www.KitaboSunnat.com

باب ۱

اسلام میں تحقیق کے اصول

(اصولِ روایت ودرایت)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ۱

اسلام میں تحقیق کے اصول

(اصول روایت ودرایت)

اسلام میں تحقیق کے اصولوں کا اطلاق ان قواعد وضوابط پر ہوتا ہے جنہیں اصل میں مسلمانوں نے احادیث رسول ﷺ کی جانچ پرکھ کے لیے وضع کیا اور ان کے ذریعے احادیث کو غیر احادیث سے الگ کر کے رکھ دیا۔ یہ اصول دو طرح کے ہیں : ایک روایتی اور دوسرے درایتی۔ اس سے قبل کہ اسلام کے ان اصولوں اور ان کے استعمال کے انداز و طرق بیان کیے جائیں مناسب رہے گا کہ تمہیداً بالاختصار حدیث رسول ﷺ کی اہمیت کو بیان کیا جائے کیونکہ یہ (یعنی اہمیت حدیث) ایک ایسا پہلو ہے جس کے پیش نظر ملت اسلامیہ کے علماء کرام نے روایتی و درایتی اصول وضع کیے اور انھیں ہر طرح کے علم سے متعلق مواد کی جانچ پرکھ کے لیے استعمال کیا۔ یہ سلسلہ جاری ہے اور ان شاء اللہ تاقیامت جاری رہے گا۔

اہمیت حدیث کے حوالے سے اس بات کا ذہن میں رکھنا ضروری ہے کہ اسلام کے اعتقادی وعملی احکام کا پہلا اساسی مصدر قرآن مجید اور دوسرا سنت رسول ﷺ ہے ۔اول الذکر مصدر ان احکام کاا جمال ہے اور ثانی الذکر ان کی تفصیل وتوضیح ہے۔ گو یا دونوں لازم وملزوم ہیں۔ان کے آپس میں تعلق وربط کو علامہ سید سلیمان ندویؒ نے یوں بیان فرمایا ہے :

۱۔ ''علم القرآن اگر اسلامی علوم میں دل کی حیثیت رکھتا ہے تو علم حدیث شہ رگ کی۔یہ شہ رگ اسلامی علوم کے تمام اعضاء وجوارح تک خون پہنچا کر ہر آن ان کے لیے تازہ زندگی کا سامان پہنچاتی رہتی ہے ۔آیات کا شان نزول اور ان کی تفسیر ، احکا م القرآن کی تشریح وتعیین،اجمال کی تفصیل ،عموم کی تخصیص ،مبہم کی تعیین سب علم حدیث کے ذریعہ معلوم ہوتی ہیں'' (۱)۔

۲۔ ''اس طرح حامل قرآن کی سیرت ، حیات طیبہ اور آپ ﷺ کے اخلاق وعادات مبارکہ ، اقوال واعمال،سنن ومستحبات اور احکام و ارشادات اسی علم کے ذریعے ہم تک پہنچے ہیں''(۲)۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳۔ ''اسی طرح خود اسلام کی تاریخ،صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے احوال اور ان کے اعمال واقوال اور اجتہادات و استنباطات کا خزانہ بھی اسی (علم حدیث) کے ذریعہ ہم تک پہنچا ہے'' (۳)۔

علامہ ندویؒ آخر میں لکھتے ہیں: ''اسی بناء پر یہ کہا جائے تو صحیح ہے کہ اسلام کے عملی پیکر کا صحیح مرقع اسی علم کی بدولت مسلمانوں میں ہمیشہ کے لیے قائم ہے اور ان شاء اللہ تاقیامت رہے گا'' (۴)۔

علامہ جعفر الکتانی (متوفی ۱۳۴۵ھ) لکھتے ہیں: '' یقیناً وہ علم جو ہر ارادہ رکھنے والے کے لیے ضروری ہے اور ہر عالم وعابد کو اس کی ضرورت پڑتی ہے وہ یہی علم حدیث وسنت ہے یعنی جو بھی حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے اپنی امت کے لیے مشروع ومسنون قرار دیا ہے'' (۵)۔

اس کے بعد علامہ کتانی نے یہ اشعار نقل کیے ہیں:

دین النبی و شرعه اخباره　　واجل علم یقتدی آثاره

من کان مشتغلاً بها و بنشرها　　بین البریة لا عفت آثاره (٦)۔

(نبی کریم ﷺ کا دین اور شریعت آپ ﷺ کی احادیث ہیں اور یہ وہ عظیم علم ہے جس کی پیروی کی جاتی ہے۔ جو اس میں اور اس کی نشر و اشاعت میں مشغول ہو اس کے آثار (نشانات) مخلوق میں باقی رہتے ہیں۔)

احادیث رسول ﷺ کی اس ضرورت و اہمیت اور عظمت ورفعت کے پیش نظر آغاز اسلام ہی سے مسلمانوں نے انہیں پوری محنت اور اخلاص وعقیدت سے سمجھنے اور عملی زندگی میں اپنانے کے ساتھ ساتھ محفوظ و مدون کرنے کا اہتمام بھی کیا اور ایسی خدمات سرانجام دیں جن کی دنیا کے دیگر مذاہب میں کوئی نظیر نہیں ملتی ۔ چنانچہ مولانا محمد علی صدیقی کاندھلوی نے حافظ ابن حزم کے حوالے سے لکھا ہے کہ:

> ''.....اقوام عالم میں کسی کو بھی اسلام سے پہلے یہ توفیق میسر نہیں ہوئی کہ وہ اپنے پیغمبر کی باتیں صحیح ثبوت کے ساتھ محفوظ کر سکے۔ یہ شرف صرف ملت اسلامیہ کو حاصل ہے کہ اس نے اپنے رسول ﷺ کے ایک ایک کلمہ کو صحت و اتصال کے ساتھ جمع کیا ۔ آج روئے زمین پر کوئی ایسا مذہب نہیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے جو اپنے پیشوا کے ایک کلمہ کی سند بھی صحیح طریق پر پیش کر سکے ۔ اس کے برعکس اسلام نے اپنے رسول ﷺ کی سیرت کے ایک ایک گوشہ کو پوری صحت و اتصال کے ساتھ محفوظ کیا'' (۷)۔

مسلمانوں کا یہ بے مثل اہتمام مجرد حفظ و تدوین تک ہی محدود نہیں تھا بلکہ احادیث رسول ﷺ کو دشمنان اسلام کے حملوں سے بچانا، صحیح وسقیم احادیث میں امتیاز برقرار رکھتے ہوئے پوری صحت و اتصال کے ساتھ نسل در نسل انہیں منتقل کرنا بھی تھا تاکہ مدونہ ذخیرۂ احادیث شکوک وشبہات سے اس قدر بلند وبالا ہو کہ ہر فرد، خواہ وہ اپنوں میں سے ہو یا اغیار میں سے، دیکھتے ہی یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہو جائے کہ یہ ذخیرہ ہر قسم کی ملاوٹوں و آمیزشوں سے پاک ہے اور حفاظت و صیانت کے اس بندوبست سے بڑھ کر کوئی اور ممکن نہیں ۔

تحقیقی اصولوں کی طرح مسلمانوں نے ڈالی

ان اعلیٰ و ارفع مقاصد کے حصول کی خاطر مسلمانوں نے ابتدائی طور پر روایت ودرایت کی صورت میں بے مثل تحقیقی اصول وضع کرنے کی نہ صرف طرح ڈالی بلکہ عملاً انھیں استعمال میں لایا اور آئندہ آنے والوں کے لیے انتہائی مضبوط بنیادیں فراہم کیں جن پر قائم ہونے والی عالیشان عمارات آج دنیا میں بڑی بڑی ضخیم مدونات احادیث کی شکل میں موجود ہیں۔ ان اصولوں کے متعلق ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان لکھتے ہیں:

'' قرون اولیٰ کے مسلمانوں نے علم حدیث کے بارے میں روایت اور درایت کے لیے جو اصول منضبط کیے ہیں ان پر جس قدر فخر کیا جائے کم ہے۔ روایت کے بارے میں ان کے حزم و احتیاط کا عالم یہ تھا کہ سیر و مغازی تو بہت بڑی چیز ہے۔ وہ عام خلفاء اور سلاطین کے حالات اس وقت تک بیان نہیں کرتے جب تک کہ ان کے پاس آخری راوی سے لے کر چشم دید گواہ تک تسلسل کے ساتھ روایت موجود نہ ہو۔ یعنی جو واقعہ لیا جائے وہ اس شخص کی زبانی ہو جو خود شریک واقعہ رہا ہو اور اگر وہ خود شریک واقعہ نہیں تھا تو اس واقعے تک تمام درمیانی راویوں کے نام ترتیب کے ساتھ بیان کیے جائیں اور ساتھ ہی یہ بھی تحقیق کی جائے کہ وہ لوگ کون تھے؟ کیسے تھے؟ ان کے مشاغل کیا تھے؟ ان کا کردار کیسا تھا؟ ان کی سمجھ کیسی تھی؟ ثقہ کہاں تک

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھے ؟ سطحی الذہن تھے یا نکتہ رس تھے؟ عالم تھے یا جاہل ؟ تمام جزئی باتوں کا پتا لگانا بے حد دشوار تھا لیکن ہزاروں محدثین نے اس کام کے لیے اپنی عمریں وقف کر دیں اور ان تحقیقات سے اسماء الرجال کا ایک بے مثل فن ایجاد کیا جس کی بدولت کم از کم ایک لاکھ شخصیتوں کے صحیح حالات معلوم ہو سکتے ہیں۔ اگر کسی راوی پر کذب، تہمت، غفلت، ثقات کی مخالفت یا حافظے کی کمزوری وغیرہ کا الزام ہے تو محدثین نے بلا تکلف اس کو مجروح اور اس کی روایت کو مردود قرار دیا ہے۔ مرفوع، موقوف، قولی وفعلی و تقریری، نیز آحاد ومتواتر، مشہور و عزیز وغریب، اسی طرح صحیح وحسن اور مقبول و مردود وغیرہ کتنی اقسام حدیث ہیں، جن کی تقسیم خود اپنی جگہ اس امر کی شاہد ہے کہ علمائے اسلام کی نظر کسی قدر گہری تھی اور ان کا معیار تحقیق کس قدر بلند تھا(۸)۔

اصول درایت کے متعلق لکھتے ہیں کہ : ''فن روایت کے بعد درایت کا نمبر آتا ہے ۔ یعنی ایک حدیث کے تمام راوی (شروع سے آخر تک) ثقہ اور مستند تو ضرور ہیں لیکن ممکن ہے کہ عقلا اس روایت میں کوئی خامی موجود ہو۔ چنانچہ ایسی روایت بھی غیر معتبر قرار دی جائے گی..... درایت یعنی عقلی حیثیت سے واقعات کو جانچنے کے یہ اصول (جو اس باب کے آخیر میں مذکور ہیں) اس قدر قوی ہیں کہ راویوں کی صداقت اور دیانت کا پورا پورا اندازہ ہو جاتا ہے اور ساتھ ہی منافقین کی افترا پردازی کی قلعی بھی کھل جاتی ہے..... چنانچہ محدثین نے بے خوف ہو کر بڑے سے بڑے راوی اور روایت کو پرکھا ہے اور احتیاط کے معاملہ میں کسی رو رعایت کو جگہ نہیں دی، مثلاً:

۱۔ امام وکیعؒ خود بڑے محدث تھے لیکن ان کے باپ سرکاری خزانچی تھے۔ اس بناء پر وہ خود ان سے جب روایت کرتے تو ان کی تائید میں کسی دوسرے راوی کو ضرور ملا لیتے ، یعنی تنہا اپنے باپ کی روایت کو تسلیم نہیں کرتے ۔ اس احتیاط اور حق پسندی کی کوئی حد ہے .

۲۔ مسعودی ایک محدث ہیں۔ ۱۵۴ھ میں ایک امام معاذ بن معاذ نے ان کو دیکھا کہ ان کو اپنی تحریری یادداشت کے دیکھنے کی ضرورت ہوتی ہے تو انہوں نے فوراً ان کے حافظہ سے اپنی بے اعتباری ظاہر کر دی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳۔ یہی امام معاذ بن معاذ وہ بزرگ ہیں کہ ان کو ایک شخص نے دس ہزار دینار کا معاوضہ صرف اس لیے پیش کرنا چاہا کہ وہ ایک شخص کو معتبر (عدل) اور غیر معتبر کچھ نہ کہیں، یعنی اس کے متعلق خاموش رہیں۔ انہوں نے دیناروں کو حقارت کے ساتھ ٹھکرا دیا اور کہا کہ میں اس حق کو چھپا نہیں سکتا (۸۔الف)۔

کیا تاریخ اس سے زیادہ احتیاط اور زیادہ دیانتداری کی کوئی مثال پیش کر سکتی ہے؟ اس سے زیادہ حیرت انگیز واقعہ یہ ہے کہ یہ تمام کچا پکا، صحیح اور غلط، قوی اور ضعیف، قابل قبول اور ناقابل قبول روایتوں کا انبار آج بھی دنیا کے سامنے موجود ہے اور آج بھی ان ہی اصولوں کے مطابق ہر واقعہ کی چھان پھٹک کی جاسکتی ہے اور کھرے کھوٹے کو الگ کیا جاسکتا ہے (۸۔ب)۔

محدثین کے اصول روایت ودرایت

ان تمہیدی کلمات کے بعد ذیل میں محدثین حضرات کے دونوں اصولوں کے متعلق الگ الگ بحث کی جاتی ہے:

اولاً۔ اصول روایت

ان سے مراد محدثین حضرات کے وضع کردہ وہ سنہری قواعد وضوابط ہیں جن کے ذریعہ روایان (ناقلین) حدیث کے متعلق تحقیق کی جاتی ہے کہ وہ کس معیار کے لوگ ہیں۔ دوسرے الفاظ میں یوں سمجھیے کہ ان اصولوں کی روشنی میں سند حدیث کی چھان پھٹک کی جاتی ہے۔اس چھان بین کو ''خارجی نقد'' یا ''**نقد سند**'' کہتے ہیں جبکہ متن حدیث کی چھان بین کو ''داخلی نقد'' یا ''**نقد متن**'' کہتے ہیں ۔اس کا ذکر اصول درایت کے تحت آئے گا۔

محدثین کے اصول روایت کے لحاظ سے راویوں سے حصول حدیث کے وقت بنیادی طور پر ان امور کو دیکھا جاتا ہے:''راویوں کی عدالت وثقاہت ،اتصال سند ،طبقات سند میں راویوں کی تعداد، منبع روایت اور طریق روایت۔یہی وہ اساسی امور ہیں جو مختلف اعتبارات سے احادیث کی تقسیم کا سبب بنے ہیں''(۹)۔ان امور کا ذکر بعد میں آئے گا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اصول روایت کا ماخذ

اصول روایت وضع کرنے اور ان کے ذریعہ راویان حدیث کی صداقت معلوم کرنے کا اصلی ماخذ قرآن مجید کی یہ آیت ہے: ﴿يَـٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوٓا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوٓا اَنْ تُصِيبُوا قَوْمًاۢ بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِينَ﴾ (۱۰)۔

(اے ایمان والو! اگر تمہارے پاس کوئی فاسق (بد کردار، غیر ذمہ دار شخص) کوئی (اہم) خبر لے آئے تو اس کی خوب تحقیق کر لیا کرو، ایسا نہ ہو کہ تم کسی قوم کو بے علمی میں ضرر پہنچاؤ پھر تم اپنے کیے پر پچھتانے لگو)۔

اس آیت کریمہ میں بتایا گیا ہے کہ اگر کوئی فاسق یعنی غیر معتبر آدمی کسی اہم بات کے متعلق آکر بتائے تو فوراً اس کی بات پر یقین نہیں کر لینا چاہیے بلکہ قبولیت سے قبل تحمل مزاجی کے ساتھ اس کی بات کی اچھی طرح سے اس وقت تک تحقیق کرتے رہنا چاہیے جب تک کہ اس کی صحت و صداقت معلوم نہ ہو جائے۔ گویا تحقیق کے ذریعہ تلاش حقیقت کو ضروری قرار دیا گیا تاکہ بعد میں پچھتانا نہ پڑے اور نقصانات سے ان کے وقوع سے قبل ہی بچا جا سکے۔ اس تحقیق کا اہتمام اگر نہ کیا جائے اور صرف زبانی باتوں پر یقین کر لیا جائے تو آدمی کے جھوٹا ہونے کے لیے یہی کافی ہے۔ اسی لیے حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: "كَفٰى بِالْمَرْءِ كَذِبًا اَنْ يُحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ" (۱۱)۔ (آدمی کے جھوٹے ہونے کی یہ دلیل کافی ہے کہ جو کچھ سنے روایت کر دے) یعنی تحقیق نہ کرے۔ قرآن مجید کی مذکورہ آیت کی طرح یہ حدیث مبارک بھی روایت کے اصول تحقیق کا ماخذ ہے۔

اس سے ثابت ہوا کہ قرآن مجید اور حدیث رسول ﷺ دونوں نے تحقیق کرنے کی ہدایت فرمائی، جس کے پیش نظر مسلمان ہر دور میں حفاظت وتدوین حدیث کے عمل میں نہ صرف محتاط رہے بلکہ جو کچھ سنا پہلے مکمل طور پر اس کی تحقیق کی حتی کہ بعضوں نے تو صحت حدیث، جیسا کہ مصادر سے پتہ چلتا ہے، معلوم کرنے کے لیے دور دراز کے سفر کیے اور مختلف نوعیت کی مشکلات کا سامنا کیا (۱۲)۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تاریخی پس منظر

ذیل میں تاریخی پس منظر کے طور پر روایت کے اصولوں کا بالا ختصار جائزہ لیا جاتا ہے تاکہ ایک جانب سے ان کے ایجاد کی تاریخ کا تعین ہو سکے اور دوسری جانب سے یہ بھی معلوم ہو سکے کہ مرور زمانہ کے ساتھ ساتھ محدثین حضرات حدیث کی جانچ پرکھ میں کس طرح ان (اصولوں) سے کام لیتے رہے:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اصول روایت

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وہ ہستیاں ہیں جن کے سر تحقیق کے اصول روایت کی طرح ڈالنے اور عملی طور پر انہیں استعمال کرنے کا سہرا ہے۔ انھیں حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی ذات پاک سے انتہائی عقیدت و محبت اور والہانہ وابستگی کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ کی بے حجاب حیات طیبہ کے معمولات سے بخوبی واقفیت تھی۔ لیکن اس کے باوجود ان ہستیوں نے آپ ﷺ کی احادیث مبارکہ کو قبول کرنے اور روایت کرنے کے عمل میں انتہائی محتاط رویوں و روشوں کا مظاہرہ کیا۔ ذیل میں اس سلسلہ کی چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں:

ا۔ قبول روایت میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی محتاط روش

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ (متوفی ۱۳ھ) کو قبول روایت کے سلسلہ میں محتاط روش اختیار کرنے میں اولیت حاصل ہے، چنانچہ حافظ ذہبیؒ (متوفی ۷۴۸ھ) آپ کے تذکرہ میں لکھتے ہیں: "كَانَ اَوَّلُ مَنْ احْتَاطَ فِيْ قَبُوْلِ الْاَخْبَار" (۱۳)۔

(یعنی وہ پہلے آدمی تھے جنہوں نے احادیث قبول کرنے میں احتیاط سے کام لیا)۔

حضرت قبیصہ بن ذؤیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

> "ایک دادی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس میراث مانگنے آئی تو آپ نے فرمایا کہ اللہ کی کتاب میں تیرے لیے کچھ حصہ مقرر نہیں اور نہ ہی میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس باب میں کوئی حدیث سنی ہے، تو واپس چلی جا، میں لوگوں سے پوچھ کر دریافت کروں گا۔ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لوگوں سے پوچھا تو مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں اس وقت موجود تھا، میرے سامنے رسول اللہ ﷺ نے دادی کو چھٹا حصہ دلایا تھا۔ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کیا کوئی اور آدمی بھی تمہارے ساتھ ہے (جو اس معاملے کو جانتا ہو)؟ تو محمد بن مسلمہ انصاری رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور جیسا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے کہا تھا، ویسا ہی بیان کیا تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے (اس گواہی کی بنیاد پر) پوتے کی میراث میں سے اسے چھٹا حصہ دلا دیا'' (۱۴)۔

ابوبکر رضی اللہ عنہ اصول شہادت کے بانی ہیں

اس طرح حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے طرز عمل سے تحقیق حدیث کے لیے ''اصول شہادت'' کی طرح ڈالی اور اس کے اول بانی قرار پائے۔ آپ کی قائم کی ہوئی اس بنیاد پر بعد میں دیگر تحقیقی و تنقیدی نوعیت کے علوم کی عظیم الشان اور بے نظیر عمارت تعمیر ہوئی، چنانچہ مولانا محمد محترم فہیم عثمانی لکھتے ہیں:

''... بعد کے زمانوں میں احادیث کے لیے چھان بین، تحقیق و تلاش اور تنقید و تمحیص کے جتنے علوم وجود میں آئے ان سب کا منبع حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے جاری کردہ اسی چشمے سے پھوٹتا نظر آتا ہے، اسی طرح بعد کے زمانوں میں روایتوں میں قوت پیدا کرنے کے لیے محدثین کے درمیان توابع و شواہد (۱۵) کو جمع کرنے کا جو عظیم الشان سلسلہ شروع ہوا اس کی ابتداء گویا اسی دن سے ہو گئی تھی جس دن حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی زبان سے ''ھل معک احد'' کے الفاظ نکلے تھے اور حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ روایت کے لیے اولین متابعت و شہادت مہیا کر دی تھی'' (۱۶)۔

پھر جیسے جیسے زمانہ گزرتا گیا محدثین میں توابع و شواہد کے جمع کرنے کا شوق زیادہ شدت پذیر ہوتا رہا۔ آپ کو یہ سن کر حیرت ہو گی کہ صرف ایک مشہور حدیث ''انما الاعمال

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بـالـنـبـات " سات سو طریقوں سے مروی ہے، یعنی حدیث ایک ہے لیکن اس کی سندیں سات سو ہیں ۔ اور یہ عدد بھی ایک خاص نقطہ نظر سے ہے ورنہ اس حدیث کے طرق دراصل اس سے بھی زیادہ ہیں۔ روایتوں میں قوت پیدا کرنے کا یہ ایک بہترین طریقہ تھا۔ محدثین نے اس پر بہت زور دیا ہے (۱۷)۔

۲۔ قبول روایت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا محتاط رویہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ (متوفی ۲۳ھ) کے احوال میں امام ذھبیؒ لکھتے ہیں کہ :"**هوالذی سن للمحدثین التثبت فی النقل وربما یتوقف فی خبرا لواحد اذا ارتاب**"(۱۸)۔

(حضرت عمر رضی اللہ عنہ وہ ہستی ہیں جنھوں نے محدثین کے لیے روایت (حدیث) کے بارے میں تحقیق وتثبت کا طریقہ جاری فرمایا اور جب انھیں تردد ہوتا تو خبر واحد کو قبول کرنے میں توقف سے کام لیتے)۔

ربیعہ بن ابی عبدالرحمن سے روایت ہے کہ انھوں نے بہت سے علماء سے سنا کہ : ''ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ (متوفی ۴۴ھ) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مکان کی جانب آئے اور تین بار اندر آنے کی اجازت طلب کی جب تینوں بار جواب نہ ملا تو واپس چلے گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے پیچھے آدمی بھیجا جب وہ آئے تو ان سے کہا کہ آپ اندر کیوں نہ آئے۔ ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اجازت تین بار لینی چاہیے۔ اگر اجازت مل جائے تو اندر داخل ہو جاؤ ورنہ واپس چلے جاؤ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا : آپ کے علاوہ اور کس نے یہ حدیث سنی ہے ؟ اس کو (گواہی دینے کے لیے) لے آؤ ۔ اگر نہ لاؤ گے تو میں آپ کو سزا دوں گا۔ ابو موسی رضی اللہ عنہ باہر نکلے اور مسجد میں بہت سے آدمیوں کو ایک مجلس میں بیٹھے دیکھا جسے'' **مجلس انصار**'' کہتے تھے اور کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ اجازت تین بار لینی چاہیے اگر اجازت مل جائے تو داخل ہو جاؤ نہیں تو واپس چلے جاؤ ۔ میں نے یہ حدیث حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بیان کی تو انہوں نے فرمایا کہ کسی اور نے یہ حدیث سنی ہو تو اسے لے آؤ نہیں تو میں آپ کو سزا دوں گا ۔ اگر آپ میں سے کسی نے یہ حدیث سنی ہو تو میرے ساتھ چلے ۔ لوگوں نے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے کہا آپ جائیں وہ سب لوگوں میں کم سن تھے۔ ابو سعید رضی اللہ عنہ ابو موسی رضی اللہ عنہ کے ساتھ آئے اور یہ حدیث حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بیان کی ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابو موسی رضی اللہ عنہ سے کہا میں آپ کو جھوٹا نہیں سمجھتا لیکن میں ڈرا کہ ایسا نہ ہو کہ لوگ نبی اکرم ﷺ پر باتیں گھڑ لیا کریں'' (۱۹)۔

امام ذھبیؒ اس واقعہ کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں :" احب عمر رضی اللّٰہ عنه ان یتأکد عنده خبر ابی موسی بقول صاحب آخر، ففی هذا دلیل علی ان الخبر اذا رواه ثقتان کان اقوی وارجح مما انفرد به واحد، وفی ذلك حض علی تکثیر طرق الحدیث لکی یرتقی عن درجة الظن الی درجة العلم ، اذ الواحد یجوز علیه النسیان والوهم ولا یکاد یجوز ذلك علی ثقتین لم یخالفهما احد "(۲۰)۔

(یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ چاہتے تھے کہ ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ کی حدیث کسی دوسرے صحابی کی شہادت سے مؤکد ہو جائے۔ پس اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ جب کسی حدیث کو دو ثقہ (قابل اعتماد) آدمی روایت کریں تو وہ حدیث منفرد یعنی ایک آدمی کے مقابلے میں زیادہ قوی اور زیادہ قابل ترجیح ہو جاتی ہے۔ اور اس میں لوگوں کو طرق حدیث کی کثرت (یعنی زیادہ سے زیادہ سندیں تلاش کرنے) کی طرف ترغیب دینے کی دلیل بھی ہے تاکہ (کثرت طرق کے سبب) وہ حدیث ظن کے درجہ سے ترقی کر کے علم (یقین) کے درجہ پر فائز ہوجائے کیونکہ ایک آدمی کے بھول جانے اور وہم میں پڑ جانے کا زیادہ خدشہ ہوتا ہے ، جبکہ دو ثقہ آدمی جن کی کسی نے مخالفت بھی نہ کی ہو تو ان کے نسیان اور وہم میں پڑ جانے کا خدشہ نہیں ہو سکتا)۔

علامہ ذھبیؒ نے ''تذکرۃ الحفاظ'' میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کیا ہے :" . . . علیکم من الحدیث بما کان فی عهد عمر رضی الله عنه فانه کان قد اخاف الناس فی الحدیث عن رسول اللهﷺ " (۲۱)۔

(حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں جو حدیثیں رائج تھیں ان کو لازم پکڑو کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حضور علیہ الصلاۃ والسلام سے حدیث کی روایت میں محتاط بنا دیا تھا)۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳۔ قبول روایت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی محتاط روش

جہاں تک حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قبول روایت کا تعلق ہے تو ان کا معمول تھا کہ اگر ان کے سامنے کوئی شخص حدیث روایت کرتا تو وہ اس سے قسم لیتے (۲۲)۔

یہ مثالیں اور جو ان کے علاوہ اس باب سے متعلق ہیں (۲۳) واضح طور پر دلالت کرتی ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ احادیث کے نقل وروایت کے معاملہ میں کس قدر احتیاط سے کام لیتے تھے حتیٰ کہ بعض کا تو یہ عالم تھا کہ قال رسول اللہ ﷺ جیسے الفاظ استعمال کرتے وقت ڈرتے تھے۔ چنانچہ ابوعمرو الشیبانی (متوفی ۹۸ھ) کہتے ہیں کہ:

''میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما (متوفی ۳۲ھ) کے ساتھ اٹھتا بیٹھتا، وہ خوف کے مارے قال رسول اللہ کہہ کر حدیث بیان نہیں کرتے تھے۔ اگر کبھی قال رسول ﷺ کہہ کر حدیث بیان کرنے لگتے تو ان پر لرزہ طاری ہوجاتا، پھر کہتے: رسول اللہ ﷺ نے اس طرح فرمایا، یا اس کی مثل فرمایا، یا اس کے قریب قریب فرمایا'' (۲۴)۔

مولانا سعید احمد اکبر آبادی لکھتے ہیں: ''ان آثار وروایات سے جن کا تاریخی اعتبار بہر حال مسلم ہے حسب ذیل نتائج نکلتے ہیں:

۱۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم روایت وقبول حدیث کے معاملہ میں حد درجہ احتیاط پسند تھے۔

۲۔ وضاعین وکذابین کا طبقہ ان کے عہد ..... میں ہی پیدا ہوگیا تھا۔

۳۔ ان لوگوں کے فتنہ وشر سے بچنے اور صحیح احادیث کو محفوظ رکھنے کے لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے قبول حدیث کے لیے ایک خاص معیار قائم کر لیا تھا۔ جو حدیث اس پر پوری اترتی تھی اس کو بے تکلف قبول کرتے اور اس پر عمل پیرا ہوتے تھے۔

۴۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ان احتیاط پسندیوں کے باعث صحیح وغیر صحیح احادیث میں ایک خط امتیاز کھنچ گیا اور وضاعین وکذابین کے تمام منصوبے پادر ہوا ثابت ہوئے'' (۲۵)۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی یہ محتاط روش کسی عدم اعتماد اور سوءظن کا نتیجہ نہیں تھی بلکہ اس میں انتہائی احترام اور تقویٰ کار فرما تھا کہ سننے اور سمجھنے کی غلطی کی وجہ سے حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی جانب کوئی غلط بات منسوب نہ ہو جائے۔ اکثر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پیش نظر نقل

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وروایت یعنی نقل واداء کے عمل میں آپ ﷺ کا یہ قول رہتا: "مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ "(۲۶)۔(جو شخص قصدا میری جانب جھوٹی بات منسوب کرے تو اسے اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لینا چاہیے)۔

جہاں تک حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی محتاط روش کا تعلق ہے"تو انہوں نے راویوں سے گواہوں کا مطالبہ کر کے سب کو محتاط کر دیا اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس مطالبہ میں کارفرما حکمت سے آگاہ ہو کر یہ راز جان گئے کہ پس پردہ مقصد"حفاظت حدیث" ہے۔ اور احادیث روایت کرنے والوں کو یہ احساس دلانا ہے کہ وہ روایت حدیث میں غیر ذمہ داری کا مظاہرہ نہ کریں، بلکہ جو احادیث مسموع(سنی ہوئی) اور یاد ہوں انہیں بھی احتیاط سے بیان کریں، اور جو دوسروں سے سنیں تو ان کے بارے میں یہ یقین حاصل کر لیں کہ روایت کرنے والوں نے صحت کے ساتھ بیان کی ہیں"(۲۷)۔

ایک بے مثل اہتمام

احادیث کی حفاظت یعنی انہیں خارجی آمیزشوں سے مکمل طور پر پاک رکھنے، انہیں دوسروں سے اخذ یعنی حاصل کرنے ، پھر آگے بیان کرنے میں مزید احتیاط برتنے اور صحیح وغیر صحیح میں حد فاصل برقرار رکھنے کی خاطر مسلمانوں نے جو اہتمام کیے" ان میں سے ایک" سند" کا اجراء اور دوسرا" صیغ اداء" کی ایجاد ہے۔ ان دو حفاظتی انتظامات نے شکوک وشبہات کی راہیں بند کر دیں، اور عقل سلیم رکھنے والوں کے لیے غیر متزلزل یقین و اطمینان حاصل کرنے کا سامان پیدا کر دیا"(۲۸)۔

سند کا مفہوم

حدیث کی سند حقیقت میں دو چیزوں پر مشتمل ہوتی ہے: ایک"راویوں کے اسماء" اور دوسرے"صیغ اداء" جیسے حدثنا، حدثنی، اخبرنا اور اخبرنی وغیرہ۔ یہ صیغے سند کی ابتداء سے لے کر اخیر تک راویوں میں ربط واتصال کا کام دیتے ہیں یعنی دونوں لازم وملزوم ہیں۔ ہر ایک کا مدار دوسرے پر ہے۔ اگر ایک نہ ہو تو دوسرے کا وجود بے معنی ہو کر رہ جاتا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

متن حدیث سے قبل راویوں کا جو طویل سلسلہ ہوتا ہے اسے ''سند'' کہتے ہیں۔ ''سند اگرچہ اصل حدیث (متن) کا جزء نہیں ہے لیکن چونکہ اولا حدیث کی صحت کا مدار سند ہی پر ہے، اس بناء پر محدثین کے نزدیک اس کی حیثیت کسی طرح ''جزء'' سے کم نہیں'' (۲۹)۔

حدیث کی تحقیق کے لیے سند کی تفتیش کا باقاعدہ آغاز

حضرت محمد بن سیرین رحمہ اللہ (۳۳ھ-۱۱۰ھ) نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ابتدائی دور میں تحقیق حدیث کے لیے سند کی عدم تفتیش اور بعد میں اس کی تفتیش کے آغاز کو یوں بیان فرمایا ہے:

''لَمْ يَكُونُوا يَسْأَلُونَ عَنِ الإِسْنَادِ فَلَمَّا وَقَعَتِ الْفِتْنَةُ قَالُوا سَمُّوا لَنَا رِجَالَكُمْ فَيُنْظَرُ إِلَى أَهْلِ السُّنَّةِ فَيُؤْخَذُ حَدِيثُهُمْ وَيُنْظَرُ إِلَى أَهْلِ الْبِدَعِ فَلَا يُؤْخَذُ حَدِيثُهُمْ'' (۳۰)۔

(پہلے لوگوں سے محدثین اسناد کے بارے میں سوال نہیں کرتے تھے پھر جب فتنہ واقع ہوا تو انہوں نے کہنا شروع کر دیا کہ اپنے راویوں کے نام بتاؤ تاکہ دیکھا جائے کہ جو اہل سنت ہیں ان سے احادیث لی جائیں اور جو اہل بدعت ہیں ان سے نہ لی جائیں)۔

یہاں فتنہ کے وقوع سے مراد وہ پرفتن دور ہے جس کی ابتداء حضرت عثمان رضی اللہ عنہ (متوفی ۳۵ھ) کی خلافت کے آخری ایام سے ہوئی تھی اور لوگ گروہوں میں بٹ گئے تھے، بدعات پیدا ہو گئی تھیں جھوٹی باتیں وضع کر کے احادیث رسول ﷺ کے طور پر کثرت سے پھیلایا جانے لگا تھا۔ اس موقعہ پر اللہ تعالیٰ نے اسناد کی تفتیش اور تحقیق کرنے کا ان (محدثین) کے قلوب میں الہام کیا۔ اس سے ہر حدیث کی اسناد کو معلوم کیا جانے لگا۔ اور اس کے ساتھ اس کی تحقیق و تنقید اور راویوں کے ثقہ وغیر ثقہ ہونے سے بحث شروع ہوئی۔ اس طرح صحیح وغیر صحیح کو الگ کیا جانے لگا (۳۱)۔

ایک اور امر جس کی وضاحت مولانا معراج الاسلام نے کی ہے، اس کا ماحصل یہ ہے کہ سن ۴۰ھ میں جب خلافت راشدہ کا دور ختم ہوا تو ایک نئی نسل جوان ہو چکی تھی جس کے ذہن

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں یہ تجسس پیدا ہوا کہ جو احادیث ان تک پہنچی ہیں ۔ان کے بارے میں حضور ﷺ سے براہ راست سننے والوں سے دریافت کیا جائے۔ تاکہ درمیانی راوی کی حیثیت اور قدر و قیمت کا تعین ہو جائے اور اس کی ثقاہت وصداقت ثابت ہو جانے کی صورت میں بغیر کسی تردد کے اس کی روایت قبول کر لی جائے۔

حصول علم و یقین کا یہ مؤثر ذریعہ بہت جلد مقبول ہوتا گیا اور راویوں نے سابقہ راویوں (یعنی صغار صحابہ نے کبار صحابہ رضی اللہ عنہم) کے نام لے کر احادیث بیان کرنا شروع کر دیں ۔ اس طرح پہلی صدی ہجری ابھی ختم نہیں ہوئی تھی کہ سند بیان کرنے کا عام رواج ہو گیا اور ایک لازمی قانون بن گیا کہ جو راوی گذشتہ راویوں کا نام لے کر حدیث بیان نہیں کرے گا اس کی روایت معتبر نہیں ہوگی اور جو نام لے کر بیان کرے گا، اس کی روایت معتبر ہو گی (۳۲)۔

متصل و صحیح سند کا اہتمام

تابعین حضرات کے دور میں سند کو خوب رواج ملا اور دوسری صدی ہجری کے ابتداء تک معاملہ یہاں تک پہنچ گیا کہ اسے اس کی اہمیت کے پیش نظر دین کہا گیا۔ کیونکہ اس کے ذریعہ روایت کی قدر و قیمت متعین ہوتی ہے۔ حضرت محمد بن سیرین (متوفی ۱۱۰ھ) فرماتے ہیں: "**اِنَّ هٰذَا الْعِلْمَ دِيْنٌ فَانْظُرُوْا عَمَّنْ تَأْخُذُوْنَ دِيْنَكُمْ**" (۳۳)۔ (بے شک یہ علم (یعنی علم حدیث) دین ہے پس تم دیکھو کہ کس شخص سے اپنے دین کو حاصل کر رہے ہو) ۔یعنی ہر شخص کا اس میں اعتبار نہ کرو بلکہ جو سچا ، دین دار اور معتبر ہو اسی سے احادیث لو۔

محدثین حضرات نے مجرد سند (یعنی راویوں کے اسماء) معلوم کر لینے پر اکتفا نہ کیا بلکہ اس میں اتصال کی بے مثل صفت کو لازمی قرار دیا۔ وہ اس طرح کہ : ''جب کوئی راوی روایت بیان کرتا تھا تو اسے بتانا پڑتا تھا کہ اس نے وہ روایت کس سے سنی ہے۔ اور اس نے کس سے سنی تھی یہاں تک کہ وہ سلسلہ صحابی تک پہنچ جاتا تھا، بڑے بڑے ائمہ اس کا التزام کرتے تھے'' (۳۴)۔

محدثین کے اسی اہتمام والتزام کو علامہ شبلی نعمانیؒ نے روایت کا اولین اصول قرار دیا ہے، وہ لکھتے ہیں:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''..... مسلمانوں نے فن سیرت کا جو معیار قائم کیا وہ بہت زیادہ بلند تھا۔ اس کا پہلا اصول یہ تھا کہ جو واقعہ بیان کیا جائے اس شخص کی زبان سے بیان کیا جائے جو خود شریک واقعہ تھا، اور اگر خود نہ تھا تو شریک واقعہ تک تمام راویوں کے نام بہ ترتیب بتاتا جائے''(۳۵)۔

صحیح سند

سند کے متصل ہونے کے ساتھ ساتھ صحیح ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس میں پائے جانے والے راوی اعلیٰ صفات وخصوصیات کے مالک ہوں جن کی بنیاد پر ان کی روایت کردہ احادیث کو قبول کرنے میں کسی قسم کا تردد پیدا نہ ہو۔ محدثین حضرات نے اس پہلو کی جانب بھرپور توجہ کی اور تحقیقات کے ذریعہ راویوں کے مثبت ومنفی دونوں اوصاف دنیا کے سامنے لے آئے ، چنانچہ شبلی نعمانی لکھتے ہیں:

''اس (اتصال سند) کے ساتھ یہ بھی تحقیق کی جائے کہ جو اشخاص سلسلہ روایت میں آئے، کون لوگ تھے؟ کیسے تھے؟ کیا مشاغل تھے؟ چال چلن کیسا تھا؟ حافظہ کیسا تھا؟ سمجھ کیسی تھی؟ ثقہ تھے یا غیر ثقہ؟ سطحی الذہن تھے یا دقیقہ بین؟ عالم تھے یا جاہل؟ ان جزئی باتوں کا پتہ لگانا سخت مشکل بلکہ ناممکن تھا، سینکڑوں ہزاروں محدثین نے اپنی عمریں اسی کام میں صرف کردیں،ایک ایک شہر میں گئے راویوں سے ملے، ان کے متعلق ہر قسم کی معلومات بہم پہنچائیں، جو لوگ ان کے زمانہ میں موجود نہ تھے، ان کے دیکھنے والوں سے حالات دریافت کیے''(۳۶)۔

ثمرات

محدثین کی جانب سے حدیث کی تحقیق وتنقید کے لیے اس کی سند بیان کرنے کے مطالبہ کے نتیجہ میں **''علم اسناد الحدیث''** وجود میں آیا۔ پھر علم اسناد الحدیث کا یہ مطالبہ اور تقاضا تھا کہ رواۃ حدیث کے حالات وسوانح کی چھان بین کی جائے ورنہ پھر سند حدیث کا ہونا نہ ہونا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

برابر ہوتا۔ لہذا رواۃ کے اخلاق وکردار کے ایک ایک گوشے کی انتہائی احتیاط ودیدہ وری کے ساتھ تحقیق وتفتیش کی گئی جس کا اصطلاحی نام ''**جرح وتعدیل**'' ہے اور جس کے نتیجے میں'' **اسماء الرجال**'' کا وہ عظیم الشان فن ایجاد و مدون ہوا جس کی نظیر کسی قوم کی تاریخ میں نہیں مل سکتی''(۳۷)۔ بقول ڈاکٹر اسپرنگر :

> '' نہ کوئی قوم دنیا میں ایسی گزری نہ آج موجود ہے جس نے مسلمانوں کی طرح اسماء الرجال جیسا عظیم الشان فن ایجاد کیا ہو، جس کی بدولت آج پانچ لاکھ شخصوں کا حال معلوم ہو سکتا ہے''(۳۸)۔

اسماء الرجال کے فن کی محدثین حضرات نے اس حد تک خدمات انجام دیں کہ راویوں کے اوصاف وخصائص کے لحاظ سے کتب مدون کی گئیں، جیسے: ثقات کے لیے الگ اور ضعفاء کے لئے الگ کتب۔ طوالت کے خوف سے یہاں ان کتب کا ذکر نہیں کیا جا سکتا (۳۹)۔

جہاں تک راویوں کی تجریح و تعدیل کے عمل کا تعلق ہے تو محدثین حضرات نے اس کے لئے جو معیار مقرر کیا تھا اس پر بادشاہوں سے لے کر بڑے بڑے ائمہ مذاہب کو پرکھا گیا۔ اور اس راہ میں نہ ان کو کوئی دنیوی ..... طاقت مرعوب کر سکی اور نہ وہ کسی مذہبی قیادت ..... سے خوفزدہ ہوئے۔ جس شخص میں کوئی ذرا سا نقص بھی دیکھا اس کو ..... علی الاعلان کہا کہ لوگ اس کی روایتیں قبول کرنے میں احتیاط برتیں(۴۰)۔

جرح وتعدیل رواۃ کے مؤسسین

جرح وتعدیل رواۃ کے فن کا آغاز صغار صحابہ رضی اللہ عنہم کے عہد ہی میں ہو گیا تھا۔ اس ضمن میں تفصیل حسب ذیل ہے :

الف۔ صغار صحابہ میں سے اس فن کے یہ مؤسسین قابل ذکر ہیں: ابن عباس (متوفی ۶۸ھ) ،عبادہ بن صامت (متوفی ۳۴ھ)، انس بن مالک (متوفی ۹۳ھ) رضی اللہ عنہم۔

ب۔ تابعین میں سے ان حضرات نے اس فن میں نمایاں حصہ لیا: سعید بن المسیب (متوفی ۹۳ھ)، امام شعبی (متوفی ۱۰۴ھ)، ابن سیرین (متوفی ۱۱۰ھ) رحمہم اللہ۔

ج۔ پھر اس کے بعد جرح وتعدیل میں حصہ لینے والے علماء پیدا ہوتے گئے۔ مشہور فضلاء

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں سے شعبہؒ (متوفی ۱۶۰ھ)اور امام مالکؒ (متوفی ۱۷۹ھ) کا نام قابل ذکر ہے(۴۱)۔

عالی سند کی تلاش

ایک اور اہم چیز جس کا محدثین حضرات نے ابتداء ہی سے خوب اہتمام کیا وہ ہے''عالی سند'' کی تلاش۔ عالی سند، وہ ہے جس کے راوی قلت تعداد کے باعث نبی کریم ﷺ سے قریب تر ہوں اور اسی حدیث کی کسی دوسری سند میں راویوں کی تعداد اس سے زیادہ ہو، ایسی سند کو ''اجل الاسانید'' کہتے ہیں بشرطیکہ وہ سند صحیح ہو، اگر علو(بلندی) کے ساتھ ضعیف ہو تو اس کا علونا قابل التفات ہے (۴۲)۔محدثین حضرات عالی سند کی تلاش میں سرگرداں رہتے اور دور دراز کے سفر کرتے مثلاً:''حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے رفقاء کوفہ سے مدینہ سفر کر کے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے حدیث سنتے اور اس طرح اپنی سند اونچی کر لیتے..... (اسی طرح) متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے اسناد کی بلندی کے حصول کے لیے سفر کیا۔ حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا شمار ان ہی میں ہوتا ہے''(۴۳)۔

عالی سند کی اہمیت کو ڈاکٹر نجم الاسلام نے امام حاکم (متوفی ۴۰۵ھ) کے حوالے سے ان کی کتاب''معرفۃ علوم الحدیث'' پر تبصرہ کرتے ہوئے یوں بیان کیا ہے:

'' حدیث کے حوالے سے تحقیق کے فن کو ترقی دینے والوں میں امام حاکم نیشاپوری ایک بہت بڑا درجہ رکھتے ہیں .....حاکم کا پہلا اصول اسناد کی آخری کڑی کی واقفیت حاصل کرنے سے متعلق ہے۔ اسناد کی پوری کڑیاں معلوم کرنا سنت صحیحہ (سے) ثابت ہے۔ انسان کو اسناد کی اوپر کی کڑی معلوم کرنے اور نیچے کی کڑی پر اکتفا نہ کرنے کی اجازت ہے، اگرچہ اس نے ثقہ آدمی سے سنا ہو۔ اس کی دلیل صحیح مسلم میں موجود ہے۔ اور یہ کہ سند کے عالی ہونے کا مفہوم محض کڑیاں گننا ہی نہیں، اس کی شناخت تو عقل وفہم سے ہوتی ہے''(۴۴)۔

پھر لکھتے ہیں: '' حاکم کی ان تصریحات سے اوّلین مآخذ کی اہمیت پر بخوبی روشنی پڑتی ہے۔ ثانوی مآخذ کے مقابلے میں اولین مآخذ کی تلاش وتحقیق دستاویزی تحقیق کے بنیادی اصولوں میں سے ہے اور اس کی بہترین صورت علوم حدیث ہی میں ملتی ہے''(۴۵)۔

مختصر یہ کہ محدثین حضرات نے حدیث کی تحقیق وتفتیش کے لیے صرف سند اور اس کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لئے ''قواعد وضوابط بنانے پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ مختلف بلاد کی اسانید (یعنی راویوں) کا فرداً فرداً جائزہ لیا اور دقت نظر سے اس کا مطالعہ کیا اور ان کے مراتب ومدارج متعین کیے، جس کی وجہ سے ''**اصح الاسانید**'' کے عنوان سے ہر ایک نے اپنی اپنی تحقیق کو پیش کیا''(۴۶)۔

نتیجہ

متصل، صحیح اور عالی سند اسلامی ملت کے ساتھ مخصوص ہے۔ جو محققین حضرات یوں لکھتے ہیں کہ سند مسلمانوں کی خصوصیت ہے، میرے خیال میں اس سے ان کی مراد متصل، صحیح اور عالی سند ہی ہوتی ہے نہ کہ صرف سند۔ کیونکہ، جیسا کہ مصادر سے پتہ چلتا ہے کہ، قبل از اسلام سند سے ملتا جلتا ایک اسلوب رائج تھا جس سے نقل وروایت کا کام لیا جاتا تھا ، چنانچہ ڈاکٹر مصطفیٰ اعظمی اس بات کی تائید میں لکھتے ہیں :

'' اسلام سے قبل بعض کتب یا بعض معلومات کے نقل کرنے میں ایک منہج استعمال میں لایا جاتا تھا جو کسی حد تک اسناد سے مشابہ تھا لیکن اسے کوئی خاص اہمیت نہیں دی جاتی تھی ۔ اس کی مثال ہم یہود کی کتاب ''مشنا'' میں پا سکتے ہیں''(۴۷)۔

اور اسی طرح ''جاہلیت کے زمانہ میں شاعری (کلام شعراء) نقل کرنے میں کسی حد تک اسناد ہی سے کام لیا جاتا تھا''(۴۸)۔

ائمہ مجتہدین اور اصول روایت

مجتہدین سے مراد وہ لوگ ہیں جو شرعی نصوص (یعنی قرآن و حدیث)سے احکام ومسائل نکالتے ہیں اور تائید میں ان روایتوں کو بیان کرتے ہیں جو ان کی قائم کردہ شروط پر پوری اترتی ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ بعض ائمہ مجتہدین نے کثرت سے احادیث کو روایت نہیں کیا ہے، چنانچہ علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں :

> '' اور ائمہ میں سے جس نے بھی بہت کم روایت کی ہے اس کے ایسا کرنے کی وجہ (ان کا حدیث میں کم سرمایہ ہونا نہیں بلکہ) طعن کا اندیشہ ہے جو روایت حدیث کے سلسلے میں اسے لاحق تھا نیز وہ علل (کمزوریاں) ہیں جو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طریق احادیث میں پیش آتی ہیں، خاص طور پر اس لیے کہ اکثر لوگوں کے نزدیک جرح (نہ کہ تعدیل) مقدم ہوتی ہے۔ اس لئے اس (امام) کا اجتہاد اسے ایسی احادیث اور طرق اسانید کو اخذ کرنے سے روکتا ہے جن میں یہ (کمزوریاں اور نقائص) آ سکتے ہیں اور ایسی احادیث اور طرق اسانید بکثرت ہیں ۔ اس لیے ضعف طرق کی وجہ سے وہ بہت کم روایت کرتا ہے''(۴۹)۔

جہاں تک حدیث کی جانچ پرکھ کے لیے اصول روایت کے استعمال کا تعلق ہے تو اس حوالے سے اختصار کے پیش نظر صرف آئمہ اربعہ پر ہی اکتفا کیا جاتا ہے :

ا۔ امام ابو حنیفہؒ اور اصول روایت

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ (متوفی ۱۵۰ھ) علم حدیث کے بہت بڑے مجتہدین میں سے ہیں یہ حدیث روایت کرنے میں بہت احتیاط کرتے تھے، چنانچہ یحییٰ بن معینؒ (متوفی ۲۳۳ھ) فرماتے ہیں: "**كان ابو حنيفة ثقة لا يحدّث الا ما يحفظ ولا يحدّث بما لا يحفظ**"(۵۰)۔

(امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ ثقہ ہیں جو حدیث ان کو یاد ہوتی ہے اسے ہی بیان کرتے ہیں اور جو یاد نہیں ہوتی اسے بیان نہیں کرتے)۔

امام وکیع بن جراحؒ (متوفی ۱۹۷ھ) فرماتے ہیں کہ ''جیسی احتیاط امام صاحب سے حدیث میں پائی گئی دوسروں سے نہیں پائی گئی''(۵۱)۔

جہاں تک احادیث کی قبولیت وعدم قبولیت کے لئے شرائط وقواعد مرتب کرنے کا تعلق ہے تو امام ابو حنیفہؒ نے اس کی بنیاد ڈالی اور بلحاظ ثبوت احکام ان کے مراتب کی تفریق کی، ان کے اصول تنقید بہت سخت تھے ۔ اس لئے ''**متشدد فی الروایة**'' کا لقب دیا گیا''(۵۲) ۔

علامہ ابن خلدونؒ لکھتے ہیں: "والامام ابو حنيفة انما قلت روايته لما شدد فی شروط الرواية والتحمل"(۵۳)۔

(اور امام ابو حنیفہؒ سے روایت حدیث کم ہونے کی وجہ یہ ہے کہ آپ نے تحمل واداء (یعنی اخذ وروایت) کی شروط میں بہت سختی کی ہے)۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام ابو حنیفہؒ کی شرائط

۱۔ **امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں:** ''کسی آدمی کو اس وقت تک حدیث بیان نہیں کرنی چاہیے جب تک کہ سننے کے دن سے بیان کرنے کے دن تک یاد نہ ہو'' (۵۴)۔

۲۔ **عبدالوھاب شعرانی کہتے ہیں:** ''جو حدیث حضور علیہ الصلاۃ والسلام سے منقول ہو اس کے متعلق امام ابو حنیفہ عمل سے پہلے شرط لگاتے ہیں کہ اس کو متقی لوگوں کی ایک جماعت صحابیؓ سے مسلسل نقل کرتی چلی آئی ہو'' (۵۵)۔

۳۔ **امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرتے ہیں:** '' میں کتاب اللہ سے لیتا ہوں اگر اس میں نہ ملے تو رسول اللہ ﷺ کی سنت اور آپ ﷺ کی ان صحیح حدیثوں سے جو ثقات کے ہاتھوں میں ثقات ہی کے ذریعہ شائع ہوئی ہیں۔ پھر اگر یہاں نہ مل سکے تو آپ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے جس کا قول چاہتا ہوں اختیار کر لیتا ہوں، لیکن جب بات ابراہیم، نخعی، شعبی، حسن اور عطا تک پہنچ جاتی ہے تو پھر میں اجتہاد سے کام لیتا ہوں، جیسا کہ ان حضرات نے اجتہاد کیا'' (۵۶)۔

حاصل کلام یہ ہے کہ امام اعظمؒ فقہی مسائل و احکام کی تائید میں صرف ان احادیث کو روایت کرتے ہیں جو متصل اور صحیح السند ہوں، چنانچہ مولانا تقی الدین ندوی لکھتے ہیں :

۱۔ ''وہ (یعنی امام ابو حنیفہؒ) صرف ان احادیث سے استدلال کرتے ہیں جو صحیح ہیں اور جن کی اشاعت ثقاہت کے ذریعہ ہوتی ہے'' (۵۷)۔

۲۔ ''امام صاحب کا دستور تھا کہ وہ خبر واحد کو اس باب کی دوسری احادیث وقرآن سے ملا کر دیکھتے تھے۔ اگر اس کا مضمون ان سے مطابقت کھاتا تو اس پر عمل کر لیتے ورنہ اس کو قبول نہ کرتے اور اس کو شاذ حدیث سمجھتے ہیں'' (۵۸)۔

۳۔ ''امام صاحب کے ان شرائط و احتیاط کی وجہ سے جن روایات سے وہ استدلال کرتے ہیں وہ صحت کے لحاظ سے اعلیٰ مقام پر ہوتی ہیں'' (۵۹)۔

علی بن جعد جوہری بیان کرتے ہیں کہ :'' **ابو حنیفة اذا جاء بالحدیث جاء بمثل الـــــدر** '' (۶۰) (امام ابو حنیفہ جو حدیث استدلال کے طور پر لاتے ہیں وہ موتی کی مانند چمکتی ہے)۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علاوہ ازیں! امام ابوحنیفہؒ راویوں کی تجریح وتعدیل بھی کیا کرتے تھے ، چنانچہ حافظ سخاویؒ لکھتے ہیں کہ : ''جب تابعین کا آخری دور آیا یعنی۱۵۰ھ کے قریب قریب تو ائمہ کی ایک جماعت نے توثیق وتضعیف کے لیے زبان کھولی، امام ابوحنیفہ نے فرمایا کہ :"مارایت اکذب من جابر الجعفی"(۶۱)۔(میں نے جابر جعفی سے زیادہ جھوٹا نہیں دیکھا) ۔

۲۔ امام مالکؒ (۹۳ھ تا۱۷۹ھ)

مولانا بدر عالم لکھتے ہیں:''آپ رحمہ اللہ تبع تابعین کے طبقہ میں سے تھے .....سفیانؒ فرماتے تھے،رجال کی چھان بین کرنے والا مالکؒ سے بڑھ کر کوئی شخص نہیں ہے۔ امام شافعیؒ فرماتے تھے کہ مالکؒ کو جب حدیث کے کسی ٹکڑے میں شک پڑجاتا تھا تو پوری کی پوری حدیث ترک کر دیتے تھے''(۶۲)۔''محدثین کے نزدیک اصح الاسانید میں بحث ہے۔مشہور یہ ہے کہ جس کے راوی مالکؒ نافع سے نافع ابن عمرؓ سے ہوں وہ اسناد سب سے صحیح ہے''(۶۳)۔

حضرت شاہ ولی اللہ آپؒ کی کتاب'' الموطا '' کے متعلق فرماتے ہیں: ''اہل حدیث (محدثین) اس پر متفق ہیں کہ امام مالک اور ان کے موافقین کی رائے کے مطابق مؤطا کی تمام احادیث صحیح ہیں۔ اور دیگر محدثین کی رائے کے مطابق اس میں کوئی مرسل یا منقطع حدیث ایسی نہیں ہے کہ دیگر طرق سے اس کی سند متصل نہ ہو۔ پس اس لحاظ سے موطا کی تمام احادیث صحیح ہیں''(۶۴)۔

امام مالکؒ کے نزدیک راوی کے لیے حدیث کا حافظ ہونا ضروری ہے، چنانچہ مولانا تقی الدین ندوی لکھتے ہیں:''امام ابو حنیفہ اور امام مالک کے نزدیک ضروری ہے کہ راوی جس روایت کو بیان کرے اس کا وہ حافظ ہو ...''(۶۵)۔

۳۔ امام شافعیؒ (۱۵۰ھ-۲۰۴ھ)

ڈاکٹر خالد محمود کی تحقیق کے مطابق ''شروع شروع میں تحقیق اسناد پر آپ کی توجہ زیادہ تھی۔ ان کے ہاں حدیث کی قبولیت کا معیار اس کی صحت سند تھا۔ استفاضۂ عمل کو کچھ نہ سمجھتے تھے ۔ لیکن آخری دور میں آپ بھی اس طرف پلٹے جو امام ابو حنیفہ اور امام مالک کا نظریہ تھا کہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تواتر عمل کے ہوتے ہوئے اسناد کی ضرورت نہیں رہتی ۔ بیس رکعت والی تراویح کے ثبوت میں ان کے پاس کوئی صحیح حدیث نہ تھی ۔آپ نے یہاں اہل مکہ کے عملی استفاضہ سے استدلال کیا''(۶۶)۔

جہاں تک مرسل حدیث سے استدلال کرنے کا تعلق ہے تو آپ کے بارے میں اسے غیر مشروط طور پر قبول کرنے سے انکار کرنا مشہور ہے، مگر ڈاکٹر علی اصغر چشتی لکھتے ہیں کہ : ''ہماری تحقیق کے مطابق آپ رحمہ اللہ کا یہ اصول دیگر ائمہ اجتہاد کے اصول کے خلاف نہیں۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ بھی حدیث مرسل سے غیر مشروط طور پر استدلال نہیں کرتے ۔ اسی طرح محدثین کی اچھی خاصی جماعت اس اصول کی حامی نظر آتی ہے کہ مرسل کو ہر حال میں قبول نہیں کرنا چاہیے بلکہ معروف شرائط (جو کتب اصول میں مذکور ہیں) کو مدنظر رکھ کر اس سے استدلال کرنا چاہیے'' (۶۷)۔

مولانا بدر عالم لکھتے ہیں کہ :''فقہ میں آپ رحمہ اللہ کا طریقہ یہ تھا کہ آپ صحیح احادیث کو لیتے اور ضعیف کو ترک کر دیتے تھے، کسی اور مذہب میں فقہ کی تعمیر اس معیار پر نہیں کی گئی''(۶۸)۔

مختصر یہ کہ : ''امام شافعی رحمہ اللہ نے جمع روایات، تنقید احادیث ، اصول روایت اور امتیاز مراتب کے قواعد مرتب کیے۔ انہوں نے اپنی کتاب''الام'' اور'' الرسالۃ'' وغیرہ میں بکثرت روایات سے استدلال کیا ہے'' (۶۹)۔

۴۔ امام احمد بن حنبل (۱۶۴ھ تا ۲۴۱ھ)

ذیل میں امام احمد بن حنبلؒ کی فقہ کے پانچ زریں اصول بیان کیے جاتے ہیں جن سے احادیث کے متعلق آپ کا نقطہ نظر عیاں ہو جاتا ہے :

''۱۔ جب کسی مسئلہ کے متعلق صریح نص (یعنی صحیح حدیث) موجود ہو تو پھر کسی کے اختلاف کی پرواہ نہ کی جائے.....

۲۔ جب کسی مسئلہ میں صحابی رضی اللہ عنہ کا فتوی معلوم ہو جائے اور اس کے مخالف کسی صحابی رضی اللہ عنہ کا قول معلوم نہ ہو سکے تو پھر وہی مختار ہونا چاہیے۔ آپ کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نزدیک فتاوی صحابہ رضی اللہ عنہم کی اہمیت حدیث مرسل سے بھی زیادہ تھی ...

۳۔ جب کسی مسئلہ میں صحابہ رضی اللہ عنہم کا اختلاف ہو تو اس میں جس کا قول کتاب وسنت کے قریب نظر آئے اسی کو اختیار کر لینا چاہیے۔ اگر یہ ترجیح ثابت نہ ہو سکے تو پھر صحابہ رضی اللہ عنہم کے مختلف اقوال کو نقل کر دینا چاہیے اور کسی قول پر جزم نہیں کرنا چاہیے .....

۴۔ اگر کسی مسئلہ میں ضعیف (حسن لغیرہ) یا مرسل حدیث موجود ہو تو اس کو بھی قیاس پر مقدم رکھا جائے بشرطیکہ اس مسئلہ کے متعلق کوئی اور حدیث یا قول صحابی یا اجماع مخالف نہ ہو ...

۵۔ قیاس اس وقت جائز ہو سکتا ہے جب کسی مسئلہ کے متعلق منقول سامان نہ مل سکے اور وہ بھی بقدر ضرورت .....''(۷۰)۔

ائمہ محدثین اور اصول روایت

جہاں تک محدثین حضرات کا تعلق ہے تو انھوں نے اپنی اپنی کتب میں احادیث کا اندراج کرتے وقت ان کی جانچ پرکھ کے لیے اصول روایت کا کیسے اور کس قدر استعمال کیا؟ اس امر کا اندازہ لگانے کے لیے اختصار کے پیش نظر صرف مولانا انور شاہ کشمیریؒ کے حسب ذیل بیان کو نقل کرنے پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔ وہ بخاری، مسلم، ابو داؤد اور ترمذی رحمہم اللہ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ ''**راویان حدیث کے پانچ طبقات ہیں:**

۱۔ ضبط میں کامل اور اپنے شیخ کی خدمت میں زیادہ رہنے والے۔

۲۔ ضبط میں تو کامل لیکن شیخ کی صحبت میں کم رہے۔

۳۔ شیخ کی صحبت میں زیادہ رہے لیکن تام الضبط نہیں ہیں۔

۴۔ شیخ کی صحبت میں رہنا بھی کم ہی نصیب ہوا اور تام الضبط بھی نہیں ہیں۔

۵۔ تام الضبط بھی نہیں، شیخ کی صحبت میں بھی کم رہے اور ساتھ ہی ان پر جرح بھی زیادہ ہوئی تو:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الف۔ امام بخاری رحمہ اللہ پہلے طبقہ کی روایات تمام لیتے ہیں اور دوسرے طبقہ کی روایات میں انتخاب کر کے لیتے ہیں ۔ اور باقی تین طبقوں کی روایات کو بالکل نہیں لیتے ۔

ب۔ اور امام مسلمؒ پہلے اور دوسرے طبقہ کی روایات کو تمام لیتے ہیں اور تیسرے طبقہ کی روایات کا انتخاب کرتے ہیں اور چوتھے اور پانچویں طبقہ کو چھوڑ دیتے ہیں ۔

ج۔ امام ابو داودؒ چوتھے طبقہ کی روایات کو بھی لیتے ہیں ۔

د۔ اور امام ترمذیؒ پانچویں طبقہ کی روایات لینے میں حرج نہیں سمجھتے'' (۷۱) ۔

پہلی دوسری اور تیسری صدی ہجری تک اصول روایت کے اس مختصر تاریخی ارتقاء کے بعد ذیل میں محدثین حضرات کے مقرر کردہ اصولوں کو تھوڑی وضاحت کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے تاکہ کسی قسم کا ابہام باقی نہ رہے اور یہ معلوم ہو جائے کہ حدیث کی تحقیق کے لیے انہوں نے کس قدر دقت نظر سے کام لیا ہے :

۱۔ تحمل وادائے حدیث کی شروط

محدثین کے نزدیک تحمل حدیث یعنی اسے سننے کے لئے یا حاصل کرنے کے لیے صرف تمیز (عقل ، شعور)اور ضبط شرط ہیں نہ کہ اسلام اور بلوغ جبکہ ادائے حدیث یعنی اسے بتانے اور دوسروں تک منتقل کرنے کے لیے تمیز (عقل ، بلوغ) ، ضبط ، عدالت اور اسلام ضروری شروط ہیں (۷۲)۔

۲۔ روایت میں راوی کے قیاس کی تحقیق

محدثین حضرات کے سنہری اصولوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ احادیث میں راویوں کے قیاس اور اصل واقعہ میں تمیز کی خاطر تحقیق کی جائے کیونکہ بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ کوئی راوی جب کسی واقعہ کو بیان کرتا ہے تو اس میں وہ اپنے قیاس کو بھی شامل کر لیتا ہے اس قبیل کی متعدد امثلہ موجود ہیں جیسے صحیح مسلم کی یہ روایت جس میں یہ بیان ہوا ہے کہ ''نبی اکرم ﷺ جب ازواج مطہرات سے ناراض ہو کر الگ ہو گئے تو یہ مشہور ہو گیا کہ آپ ﷺ نے ازواج کو طلاق دے دی ۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ خبر سنی تو مسجد نبوی میں تشریف لائے ، یہاں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لوگ کہہ رہے تھے کہ آپ ﷺ نے ازواج کو طلاق دے دی ۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خودرسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر دریافت کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا'' نہیں، میں نے طلاق نہیں دی''(۷۳) ۔

علامہ شبلی نعمانی لکھتے ہیں :''غور کرو مسجد نبوی میں تمام صحابہ رضی اللہ عنہم جمع ہیں اور سب بیان کر رہے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے طلاق دے دی ۔صحابہ رضی اللہ عنہم عموماً ثقہ اور عادل ہیں اور ان کی کثیر تعداد اس واقعہ کو بیان کر رہی ہے ، باوجود اس کے جب تحقیق کی جاتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ واقعہ نہیں بلکہ قیاس تھا ۔'' (۷۴) ۔

۳۔ معیار راوی بلحاظ نوعیت واقعہ

محدثین کے نزدیک تحمل (اخذ) حدیث کے عمل میں یہ دیکھا جاتا ہے کہ حدیث میں جو واقعہ بیان ہو رہا ہے وہ کس حیثیت اور کس قسم کا ہے کیونکہ واقعہ کی نوعیت و حیثیت کے لحاظ سے حدیث (روایت) کی حیثیت میں تبدیلی آجاتی ہے ، مثلاً: ثقہ راوی کسی ایسی روایت کو بیان کرے جو عام پیش آنے والے معمولی واقعہ پر مشتمل ہو تو اس کی روایت مقبول ہے ۔اس کے برعکس یہی ثقہ راوی ایسی حدیث بیان کرے جو غیر معمولی ہونے کے ساتھ ساتھ تجربہ کے خلاف ہو اور زیادہ تحقیق طلب ہو تو ایسی صورت میں راوی کو معمولی درجہ سے زیادہ عادل ،محتاط اورزیادہ نکتہ داں ہونا چاہیے(۷۵) ۔

تحقیق سند بلحاظ اہمیت متن

محدثین حضرات متن روایت کی حیثیت و اہمیت کی بنیاد پر اس کی سند یعنی راویوں کی تحقیق کرتے ہیں، مثلاً :

الف۔ امام بیہقیؒ نے ابن مہدی کا یہ قول نقل کیا ہے :''جب ہم حضور اکرم ﷺ سے حلال وحرام اور احکام کے متعلق حدیث روایت کرتے ہیں تو سند میں خوب تشدد کرتے ہیں اور راویوں کو پرکھ لیتے ہیں لیکن جب فضائل اور ثواب و عقاب کی حدیثیں آتی ہیں تو ہم سند میں تساہل (ڈھیل) سے کام لیتے ہیں اور راویوں کے متعلق چشم پوشی کرتے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں'' (۷۶)۔

ب۔ **امام احمد بن حنبلؒ کا مشہور قول ہے کہ:** '' ابن اسحاق اس درجہ کے آدمی ہیں کہ مغازی وغیرہ کی حدیثیں ان سے روایت کی جا سکتی ہیں لیکن جب حلال وحرام کے مسائل آئیں تو ہمیں ایسے لوگ درکار ہیں جنہوں نے اپنے ہاتھ کی چاروں انگلیاں خوب زور سے بند کر لیں'' (۷۷)۔ مطلب یہ تھا کہ خوب مضبوط قسم کے راوی ہوں۔

۴۔ خلاف قیاس مرویات کی سند میں فقہاء کا اعتبار

اگر کوئی روایت خلاف قیاس ہو تو علماء حدیث دیکھتے ہیں کہ اس کی سند میں راوی فقیہ ہے یا نہیں اگر فقیہ ہو تو پھر قیاس کو چھوڑ دیا جاتا ہے اور فقیہ کی روایت سے استدلال کیا جاتا ہے۔ اس مسئلہ میں علماء احناف اور امام مالکؒ کی رائے یہ ہے کہ:

> '' راوی اگر تفقہ اور اجتہاد میں مشہور ہے جیسے، خلفاء راشدین اور عباد لہ اربعہ (۷۸) ہیں تو اس کی حدیث حجت ہو گی اور اس (حدیث) کے مقابلے میں قیاس چھوڑ دیا جائے گا۔ اس بارے میں امام مالکؒ کا اختلاف ہے۔ (ان کے نزدیک) اگر راوی ثقہ اور عادل ہے لیکن فقیہ نہیں، جیسے حضرت انس رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ۔ اس صورت میں اگر روایت قیاس کے موافق ہو تو اسی پر عمل ہو گا ورنہ قیاس کو ضرورت کے بغیر ترک نہ کیا جائے گا'' (۷۹)۔

تحقیق رواۃ کے دیگر ثمرات

سند، علم جرح و تعدیل اور علم اسماء الرجال کے علاوہ راویوں کے احوال کی تحقیق کے ثمرات میں سے یہ بھی ہے کہ احادیث مختلف انواع میں منقسم ہو گئیں، جیسے مقبول و مردود یعنی صحیح، حسن اور ضعیف وغیرہ۔ اصول حدیث کی کتب اس ثمرہ کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

صحیح حدیث

محدثین کے نزدیک صحیح حدیث اسے کہتے ہیں ''جس کی اسناد اول سے لے کر آخر تک

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

متصل ہو، جسے عادل اور ضابط راوی اپنے ہی جیسے عادل اور ضابط راوی سے نقل کرتے ہوئے آئیں اور اس روایت میں کوئی علت نہ ہو اور نہ وہ شاذ ہو'' (۸۰) ۔ذیل میں صرف عدالت، علت اور شذوذ کا تعارف پیش کیا جاتا ہے :

۵۔ عدالت

محدثین حضرات راویوں کی جانچ پرکھ میں ان کی صفت عدالت پر خوب توجہ دیتے ہیں۔ کسی راوی کے عادل ہونے سے مراد یہ ہے کہ : '' وہ مسلمان ہو، عاقل و بالغ ہو، اور ایسے ملکہ اور ایسی قوت راسخہ کا مالک ہو جو اسے متقی اور صاحب مروت بنا دے ۔متقی ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہ جلی وخفی شرک اور فسق و بدعات سے مجتنب ہو اور صاحب مروت ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ غیر متعصب، غیر ضدی نہ ہونے کے ساتھ ساتھ چھچھورے پن اور بے حیائی کے عیوب سے پاک ہو، اور ایک پر وقار شخصیت کا مالک ہو'' (۸۱) ۔

مولانا سعید احمد اکبر آبادی نجم الدین سلیمان الطوفی کی کتاب ''شرح الاربعین'' کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ :

> ''روایت کا دارومدار راوی کے عدل و ضبط پر ہے ۔ پس جو حضرات ان دونوں وصفوں میں اعلیٰ مرتبہ پر ہوں گے جیسے حضرت شعبہ، سفیان اور یحییٰ بن سعید القطان رحمہم اللہ وغیرہ، ان کی حدیث صحیح ہو گی ۔ اور اگر راوی عادل و ضابط ہو لیکن اعلیٰ مرتبہ پر نہیں (تو) اس کی روایت حسن ہو گی ۔ عدالت اور ضبط کے تفاوت کے اعتبار سے رواۃ کو نو طبقات پر تقسیم کیا گیا ہے'' (۸۲) ۔

محدثین کی اس دقت نظر سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ان کے نزدیک عدالت کا جو معیار ہے وہ کس قدر سخت اور اونچا ہے ۔

۶۔علت

روایت کی قبولیت میں محدثین یہ بھی دیکھتے ہیں کہ حدیث میں کوئی ایسا پوشیدہ نقص یا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عیب تو نہیں ہے جو اس کی صحت کو مجروح کر دے ۔علت (نقص) کے متعلق سعید احمد اکبر آبادی لکھتے ہیں : ''اس سے مراد یہ ہے کہ کوئی ایسا (سبب) نہ پایا جائے جو صحت حدیث میں قادح ہو مثلاً :

☆ ارسال خفی یعنی راوی کا اپنے معاصر سے لفظ ''عن'' سے روایت کرنا۔ جس سے یہ شبہ ہو کہ راوی نے اس سے سماع کیا ہے ۔ حالانکہ اسے اپنے معاصر مروی عنہ سے بالکل سماع حاصل نہ ہو۔

☆ یا تدلیس یعنی راوی روایت تو کرتا ہے اس شخص سے جس سے اس کو سماع حاصل ہے لیکن نقل وہ روایت کرتا ہے جو اس نے اس سے نہیں سنی اور اس انداز سے بیان کرتا ہے کہ گویا اس نے اس روایت کو خود مروی عنہ سے سنا ہے ۔

☆ علت کی دو قسمیں ہیں خفیہ اور ظاہرہ ، خفیہ کی مثال اوپر گزر چکی ہے ، ظاہرہ کی مثال فسق اور سوء حفظ ہے'' (۸۳) ۔

۷۔ شذوذ

محدثین تحقیق کرتے وقت دیکھتے ہیں کہ روایت میں شذوذ تو واقع نہیں ہوا ہے۔ شاذ روایت اسے کہتے ہیں جس میں ایک مقبول راوی اپنے سے افضل راوی کی مخالفت کر رہا ہو(۸۴)۔

۸۔ روایت بالمعنی

امام نوویؒ لکھتے ہیں کہ : ''جو شخص روایت بالمعنی یعنی حدیث کا مطلب بیان کرنا چاہتا ہو ، اگر وہ الفاظ اور مطالب کا ماہر نہیں ہے۔ اور مطلب میں جو باتیں خلل انداز ہوتی ہیں ان کو نہیں جانتا تو اہل علم کے نزدیک بالاتفاق اس کی روایت جائز نہیں بلکہ اس کے لیے ضروری ہے کہ لفظ کا تعین کرے'' (۸۵)۔

ثانیاً ۔ اصول درایت

اصول درایت سے مراد محدثین حضرات کے وضع کردہ وہ سنہری قواعد وضوابط ہیں جن

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے ذریعہ متن حدیث کے متعلق تحقیق کی جاتی ہے کہ واقعی وہ حدیث رسول ﷺ ہے یا کہ نہیں ؟ دوسرے الفاظ میں یوں سمجھئے کہ ان اصولوں کی روشنی میں حدیث کے متن کی چھان بین کی جاتی ہے ۔ اس چھان بین کو ''داخلی نقد'' یا '' نقد متن'' بھی کہتے ہیں ۔

اس سے قبل کہ اصول درایت کے مآخذ اور تاریخی پس منظر پر بحث کی جائے بہتر ہے کہ لفظ ''درایت'' کے مفہوم کو بیان کیا جائے تا کہ کسی قسم کا ابہام نہ رہے :

درایت کا مفہوم

الف۔ لغوی مفہوم

لغت میں درایت کے معنی ہیں معرفت۔علامہ اصفہانی لکھتے ہیں'' الدرایۃالمعرفۃ''(۸۶)۔ اس لغوی معنی کی بنیاد پر درایت حدیث کا معنی ہو گا ،حدیث کی معرفت۔ یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ حدیث کی معرفت سے کیا مراد ہے اور اسے کس طرح حاصل کیا جا سکتا ہے ؟اس سوال کا جواب مولانا تقی امینی نے یوں دیا ہے :

> ''حدیث کی صحیح معرفت اسی صورت میں ممکن ہے کہ جب راوی (حدیث نقل کرنے والے)اور مروی (حدیث) دونوں کے متعلق پوری معلومات ہوں یعنی راوی کے بارے میں معلوم ہو کہ وہ کہاں اور کب پیدا ہوا، اس کا حافظہ قوی تھا یا کمزور ،نظر سطحی تھی یا گہری ، فقیہ تھا یا غیر فقیہ ،جاہل تھا یا عالم، اخلاق و کردار کیسے تھے ، ذرائع معاش کیا تھے، روایت کرنے میں اس نے مقررہ شرطوں کا لحاظ کیا ہے یا نہیں(ان امور کا تعلق اصول روایت سے ہے)؟ اسی طرح مروی (حدیث) کے بارے میں معلوم ہو کہ اس کے الفاظ و جملوں میں کسی قسم کی خامی و کمزوری یا مقررہ قواعد کی خلاف ورزی تو نہیں پائی جاتی، معانی ومفہوم میں عقل ، مشاہدہ ، تجربہ ، زمانہ کے طبعی تقاضا، کسی مسلمہ اصول اور قرآنی تصریحات کی خلاف ورزی تو لازم نہیں آتی ، جن سے کسی طرح بھی شان نبوت پر حرف آئے، یا فرمودات نبوی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں سطحیت ظاہر ہونے کا اندیشہ ہو'' (۸۷)۔

ب۔ اصطلاحی مفہوم

جہاں تک درایت کے اصطلاحی مفہوم کا تعلق ہے تو اس کا مفہوم علماء نے عموم وخصوص کے اعتبار سے بیان کیا ہے:

ا۔ عام اصطلاحی مفہوم

علامہ سیوطیؒ (متوفی ۹۱۱ھ) لکھتے ہیں: ''علم الحدیث جو درایت سے مختص ہے وہ ایک ایسا علم ہے جس کے ذریعے روایت کی حقیقت ،اس کی شرائط ، اس کی انواع ،اس کے احکام، راویوں کے احوال اور ان کی شرائط، مرویات کی اقسام اور ان کے متعلقات کی معرفت حاصل ہوتی ہے'' (۸۸)۔

عزالدین ابن جماعہ لکھتے ہیں: '' درایتی علم حدیث ان قوانین کے جاننے کو کہتے ہیں جن کے ذریعہ سند اور متن کے احوال کی معرفت حاصل ہوتی ہے'' (۸۹)۔

یہ عام اصطلاحی مفہوم ہے یعنی سند اور متن دونوں کو شامل ہے ۔ اس عمومیت کی وجہ یہ ہے کہ اصول روایت (یعنی خارجی نقد حدیث کے اصولوں) میں سے بعض ایسے اصول بھی ہیں جو اصول درایت (یعنی داخلی نقد حدیث کے اصولوں) میں بھی شامل ہے ۔اسی اشتراک کے پیش نظر'' محدثین نے درایت کی ایسی تعریف کی ہے جو دونوں (یعنی سند ومتن) پر صادق آتی ہے'' (۹۰)، جیسا کہ اوپر والی دو تعریفیں ۔داخلی وخارجی نقد کے مشترکہ اصول یہ ہیں: شاذ ، معلل، منکر، مضطرب، مصحف ، مقلوب ، مدرج وغیرہ (۹۱)۔

خارجی نقد (اصول روایت) کے بعض اصولوں کا تعلق داخلی نقد (اصول درایت) سے بھی ہے، چنانچہ صبحی صالح لکھتے ہیں:

> ''فن اصول حدیث کی تعریف سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ یہ فن صرف اسناد ہی کے مباحث تک محدود نہیں ہے بلکہ متن سے متعلق مسائل بھی اس میں شامل ہیں'' (۹۲)۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جو اصول داخلی نقد کے لیے خاص ہیں ان میں سے چند یہ ہیں :مرفوع ، موقوف ، مقطوع، مختلف الحدیث اور ناسخ ومنسوخ وغیرہ(۹۳)۔

اصل میں یہی وہ اشتراک واختصاص ہے جس کی بنیاد پر محدثین نے علم درایت کی ایسی تعریفیں کی ہیں جن میں علم روایت بھی شامل ہے ۔یہاں تک درایت کا عام اصطلاحی مفہوم بیان ہوا ہے ۔اب ذیل میں خاص اصطلاحی مفہوم بیان کیا جاتا ہے:

۲۔ درایت کا خاص اصطلاحی مفہوم

درایت صرف متن حدیث تک محدود ہے اور سند کی تحقیق اس میں شامل نہیں ہے۔ چنانچہ طاش کبری زادہ لکھتے ہیں :''درایت حدیث وہ علم ہے جس میں الفاظ حدیث سے سمجھے گے مفہوم و مراد سے بحث ہوتی ہے ،جبکہ وہ عربی قوائد و شرعی ضوابط پر مبنی اور رسول ﷺ کے احوال کے مطابق ہو''(۹۴)۔

درایت کے اس مفہوم کو عبد اللہ العمادی نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے وہ لکھتے ہیں : ''درایت کا مطلب یہ ہے کہ حدیث میں جو واقعہ مذکور ہو اس کی نسبت پہلے یہ تنقیح کر لینی چاہیے کہ :

۱۔ یہ بات انسانی فطرت کہ موافق ہے یا نہیں ؟

۲۔ جس زمانہ کا یہ واقعہ ہے اس زمانہ کی خصوصیتیں اس میں کہاں تک موجود ہیں؟

۳۔ عقلی قرینہ اس کی نسبت کیا کہہ رہا ہے ؟

۴۔ جس شخص سے واقعہ منسوب ہے وہ عادۃً اس قسم کی باتوں کا خوگر بھی تھا یا نہیں ؟ اگر نہیں تھا تو پھر خاص واقعہ کے اسباب کیا ہیں'' (۹۵)۔

اصول درایت کا ماخذ

اصول روایت کی طرح اصول درایت کا مآخذ و مصدر قرآن مجید اور حدیث رسول ﷺ ہے ۔

قرآن مجید اور اصول درایت

قرآن مجید کی درج ذیل آیات اصول درایت کا مآخذ و مصدر ہیں :

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۔ بعض منافقین نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائی پھر اس خبر کو اس طرح مشہور کیا کہ بعض مسلمان بھی تردد و تذبذب کا شکار ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہؓ کی برأت و طہارت کے ثبوت میں چند آیات کو نازل فرمایا، ایک ان میں سے یہ ہے:

﴿وَلَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ﴾ (۹۶)۔ (اور جب تم نے اس خبر کو سنا تو کیوں نہیں کہہ دیا کہ ہمارے لیے ایسی بات کہنا مناسب نہیں، سبحان اللہ یہ بڑا بہتان ہے)۔

اس آیت میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اس بے بنیاد خبر کو سننے کے بعد تمہیں اس کا ذکر بھی نہیں کرنا چاہیے تھا کیونکہ یہ انتہائی نا معقول بات ہونے کے باعث درایۃً بالکل ساقط الاعتبار تھی (۹۷)۔

علامہ شبلی نعمانیؒ لکھتے ہیں کہ: ''عام اصول کی بناء پر اس چیز کی تحقیق کا یہ طریقہ تھا کہ پہلے راویوں کے نام دریافت کیے جاتے پھر دیکھا جاتا کہ وہ ثقہ اور صحیح الروایہ ہیں یا نہیں؟ پھر ان کی شہادت لی جاتی لیکن اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں فرمایا کہ سنیے! تم نے کیوں نہیں کہہ دیا کہ یہ بہتان ہے'' (۹۸)۔

پھر لکھتے ہیں: ''اس سے قطعاً ثابت ہوتا ہے کہ اس قسم کا خلاف قیاس جو واقعہ بیان کیا جائے قطعاً سمجھ لینا چاہیے کہ غلط ہے'' (۹۹)۔

۲۔ حضور اکرم ﷺ نے درایت پر زور دیتے ہوئے مخاطبین کے سامنے اپنی صفائی ان الفاظ میں پیش فرمائی: ﴿فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ﴾ (۱۰۰)۔

(آخر اپنے دعویٰ نبوت سے قبل بھی) میں نے اپنی عمر کا بڑا حصہ تمہارے درمیان ہی گزارہ ہے (پھر کبھی جھوٹ بولا) تو کیا تم اتنی بات بھی نہیں سمجھتے)۔

اس'' آیت میں صحت کی ضمانت زندگی کے اس حصہ کے لیے پیش کی گئی ہے جو قبل نبوت ہے تو بعد نبوت کی زندگی اور اس کے فرمودات میں کیونکر ایسا نقص پایا جائے گا جس سے علم و عقل کی خلاف ورزی لازم آئے'' (۱۰۱)۔

۳۔ ﴿وَاِذَا جَآءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهٖ ۭ وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰٓى

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

أُولِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ﴾ (۱۰۲)۔

(جب ان کے پاس کوئی امن یا ڈر کی خبر آتی ہے تو اس کو مشہور کر دیتے ہیں۔ اگر اس کو رسول یا اپنے اولو الامر (علماء و حکام) تک پہنچا دیتے تو جو ان میں ملکۂ استنباط رکھنے والے ہیں وہ اس کو پوری طرح معلوم کر لیتے)۔

اس آیت میں یہ بتایا کہ ہر خبر کی تحقیق کا ہر انسان اہل نہیں ہوتا۔ بعض خبریں ایسی ہوتی ہیں کہ ان کی تحقیق خاص تحقیقی اہلیت کے مالک افراد ہی کر سکتے ہیں اور وہ ہیں ''**اولو الامر**'' یعنی علماء وفقہاء جو تحقیق و تنقید کے ذریعے احکام و مسائل کے استنباط کا ملکہ رکھتے ہوں۔ اور آیت میں ''یستنبطونہ'' کا اضافہ اسی پر دلالت کرتا ہے کہ اس داخلی نقد و تحقیق کا زیادہ استحقاق ایسوں ہی کا ہوتا ہے جو استنباط کی پوری اہلیت رکھتے ہوں۔ علامہ تقی امینی لکھتے ہیں:

> ''اس آیت میں خبر کی حیثیت متعین کرنے کی جس انداز میں تاکید ہے، اس سے ظاہر ہے کہ صرف راوی کی ثقاہت ہی خبر پر اعتماد کے لیے کافی نہیں ہے، پھر جس خبر سے شان نبوت پر حرف آئے یا معیار نبوت برقرار نہ رہ سکے، اس میں راوی کی ثقاہت کو بدرجۂ اولی ناکافی قرار دے کر اصل زور نفس خبر (داخلی نقد) پر ہوگا، جس کو بنیاد بنا کر فیصلہ کیا جائے گا''(۱۰۳)۔

۴۔ **﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ﴾ (۱۰۴)۔**

یہ آیت مبارکہ جس طرح اصول روایت کا مآخذ و مصدر ہے اسی طرح اصول درایت کے لیے بھی مآخذ و مصدر ہے، چنانچہ اردو دائرہ معارف اسلامیہ میں ''حدیث'' کا مقالہ نگار لکھتا ہے کہ:

''اصول روایت و درایت کی بنیاد خود قرآن مجید نے قائم کی ہے اور حکم دیا ہے کہ روایت کی چھان بین کر لیا کرو'' مذکورہ آیت'' اس میں راویت و درایت دونوں جہتوں سے اچھی طرح تحقیق کرنے کی ہدایت موجود ہے''(۱۰۵)۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان آیات سے ثابت ہوا ہے کہ اصول درایت یوں ہی مرتب نہیں ہو گئے بلکہ ان میں قرآن مجید پوری طرح کارفرما ہے۔

حدیث رسول ﷺ اور اصول درایت

حضور اکرم ﷺ کی درج ذیل احادیث اصول درایت کا مآخذ و مصدر ہیں:

۱۔ ''ابو اسید الساعدی کی یہ حدیث: ''جب تم کوئی ایسی حدیث سنو جو آپ کے دل کو لگے اور آپ کے رونگٹے کھڑے ہو جائیں اور اس کو اپنے سے قریب سمجھو تو میں اس کا آپ سے زیادہ حقدار ہوں، اور جب آپ کوئی ایسی حدیث سنیں جسے آپ کے دل قبول نہ کریں اور آپ کے بدن کے بال و کھال اس سے نفرت کریں اور اپنے سے اسے دور تصور کرو تو میں اس سے آپ کے مقابلہ میں زیادہ دور ہوں'' (۱۰۶)۔

۲۔ ''جب آپ کے سامنے ایسی حدیث بیان کی جائے جس سے آپ کے دل کو نفرت ہو تو اسے حاصل نہ کرو (یعنی قبول نہ کرو) کیونکہ میں نہ تو منکر (نا مناسب) بات کہتا ہوں اور نہ ہی میرے اندر اس کی اہلیت ہے'' (۱۰۷)۔

درایت (یعنی داخلی نقد) کے اصولوں کے ان ہی دونوں مآخذوں کی بنیاد پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم احادیث کے متون کی جانچ پرکھ کیا کرتے تھے۔ ذیل میں ان اصولوں کے تاریخی پس منظر کو مختصراً پیش کیا جاتا ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ تحقیق متونِ حدیث میں کس طرح انہیں استعمال کیا گیا:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اصول درایت

حضور اکرم ﷺ کے ہوتے ہوئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو خود تحقیق احادیث کی ضرورت نہیں پڑتی تھی۔ جب انہیں کوئی شک پڑتا یا کوئی مشکل پیش آتی تو براہ راست آپ ﷺ سے پوچھ لیتے تھے۔ لیکن آپ ﷺ کے رخصت ہو جانے کے بعد احادیث کی تعلیم و تدریس اور انہیں آگے منتقل کرنے کی تمام تر ذمہ داری صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے کندھوں پر آن پڑی۔ اب دینی تقاضا کے پیش نظر ضروری تھا کہ احادیث بیان کرنے والوں کے ساتھ ساتھ ان کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مضامین (متون) پر بھی گہری نظر رکھی جائے اور قرآن و حدیث کے قائم کردہ اصول درایت کی روشنی میں پرکھتے ہوئے ان کی قبولیت یا عدم قبولیت کا فیصلہ صادر کیا جاتا ۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عملاً اس طرز تحقیق (یعنی روایت کو درایت پر پرکھنے) کا بھرپور مظاہرہ کیا ۔ ذیل میں اختصار کے پیش نظر اس سلسلہ کی صرف دو مثالیں پیش کی جاتی ہیں :

۱۔ محمود بن ربیع رضی اللہ عنہ نے جب یہ حدیث بیان کی کہ : ''جس شخص نے صرف اللہ کی خوشنودی کے لیے ''لا الہ الا اللّٰہ '' کہا تو اللہ تعالیٰ نے اس پر آگ حرام کر دی، تو حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے سن کر فرمایا: اللہ کی قسم میرا خیال ہے کہ جو تم نے کہا رسول اللہ ﷺ نے کبھی نہ فرمایا ہوگا''(۱۰۸)۔

علامہ تقی امینی لکھتے ہیں :''اس حدیث کے ظاہری الفاظ سے چونکہ عمل کی اہمیت گھٹتی ہے جو درایت کے خلاف ہے ۔اس بناء پر ابتدائی مرحلہ میں حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کو اس کو قبول کرنے میں تامل ہوا لیکن حدیث کا محمل متعین ہونے کے بعد تامل کی گنجائش نہیں رہتی ،وہ یہ کہ لاالــہ الا اللّٰــہ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ اس کے تقاضے پر عمل بھی کیا ہو جو خالص رضائے الٰہی کے لیے کہنے کا لازمی نتیجہ ہے''(۱۰۹)۔

۲۔ حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ نے جب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے سامنے فرمایا کہ: ''آگ پر پکی ہوئی چیز کھانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے''تو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ''اگر یہ صحیح ہو تو اس پانی کے پینے سے بھی وضو ٹوٹ جائے گا جو آگ پر گرم کیا گیا ہو''(۱۱۰)۔

علامہ شبلی نعمانیؒ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کی جانب سے اس حدیث کو تسلیم نہ کرنے کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ : ''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ کو ضعیف الرواۃ نہیں سمجھتے تھے ۔لیکن چونکہ ان کے نزدیک یہ روایت درایت کے خلاف تھی۔ اس لیے انہوں نے (اس کو) تسلیم نہیں کیا اور یہ خیال کیا کہ (حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کو) سمجھنے میں غلطی ہوگئی ہوگی''(۱۱۱)۔

یہ دو مثالیں اور جو ان کے علاوہ اس قبیل سے متعلق ہیں(۱۱۲)واضح طور پر دلالت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرتی ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ابتدائی دور ہی سے متون احادیث کو تحقیق وتنقید میں درایت (داخلی نقد) کے اصولوں کا عملاً استعمال کیا گیا۔ گویا درایت (داخلی نقد) کے اصولوں کا استعمال روایت (خارجی نقد) کے اصولوں سے بہت پہلے ہوا ہے، چنانچہ مولانا تقی امینی لکھتے ہیں:

''علوم حدیث میں سب سے پہلے داخلی نقد کا وجود ہوا، جیسا کہ دور صحابہ رضی اللہ عنہم کی بعض مثالیں گزر چکی ہیں، خارجی نقد کا وجود بہت بعد میں ہوا.....''(۱۱۳)۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اس اہتمام والتزام سے بعد میں آنے والے محدثین وفقہاء حضرات کے لیے راہیں ہموار ہوگئیں۔

یہاں ہم اختصار کے پیش نظر اس بحث میں نہیں پڑنا چاہتے کہ اصول درایت کا استعمال محدثین نے زیادہ کیا یا فقہاء نے؟ لیکن اتنا بتانا ضروری ہے کہ جب اور جہاں کہیں بھی احادیث وضع کرکے حضور اکرم ﷺ کی جانب منسوب کی گئیں تو ان حضرات نے خوب تعاقب کیا اور اصول درایت کی روشنی میں اصلی وجعلی احادیث میں حد فاصل قائم کرنے میں کوئی کسر باقی نہ چھوڑی۔

محدثین اور فقہاء حضرات کے اس بے مثل اہتمام کا منہ بولتا ثبوت وہ ضخیم و قیم کتب ہیں جو اس وقت اسلامی امت کے پاس احادیث کی انواع پر الگ الگ مدونہ صورت میں موجود ہیں۔ چنانچہ مولانا سعید احمد اکبرآبادی اسی اہتمام کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

''متن حدیث کی صحت معلوم کرنے کی غرض سے محدثین نے درایت کے اصول متعین کیے۔ لفظ، معنی، عبارت اور طرز بیان ہر ہر لحاظ سے اس کو تنقید کی کسوٹی پر پرکھا۔ صحیح، ضعیف اور موضوع کے الگ الگ خصائص بیان کیے، ان کے اوصاف متعین کیے اور تمام ذخیرہ ہائے حدیث کو کھنگال کر ہر حدیث پر حکم لگایا اور ایک نوع کو دوسرے سے الگ کر دیا''(۱۱۴)۔

اس کے بعد لکھتے ہیں:

''امام بخاری، امام مسلم، ابو داود، نسائی، ترمذی اور ابن ماجہ رحمہم اللہ نے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جس طرح ڈھونڈ ڈھونڈ کر صحیح احادیث جمع کیں اور ان کو مرتب کیا ۔ اسی طرح بعض محدثین نے موضوع حدیثوں کو جمع کیا اور ان کو کتاب کی شکل میں ترتیب دیا تاکہ ... رات کو دیکھ کر لوگوں کو دن کی پہچان ہو جائے.....'' (۱۱۵)۔ ''چنانچہ امام بخاری ،امام نسائی ،امام صنعانی ،امام مسلم ، علامہ ابن جوزی رحمہم اللہ اجمعین نے کتاب الضعفاء یا موضوعات کے نام سے کتابیں لکھیں (۱۱۵- الف)۔ان کے علاوہ ملا علی قاریؒ نے موضوعات اور علامہ محمد طاہر بن علی نے تذکرۃ الموضوعات لکھی ہے جس کے ذیل میں قانون الموضوعات والضعفاء بھی ہے'' (۱۱۶)۔

درایت کے اصول

درایت کے اصولوں کو داخلی نقد حدیث کے اصول بھی کہتے ہیں۔ ذیل میں محدثین حضرات کے متعین کردہ درایت کے ان اصولوں کو بیان کیا جاتا ہے جن سے قبولیت احادیث کے بلند معیار کے ساتھ ساتھ ان کی اصلی صورت معلوم کرنے میں مدد ملتی ہے۔اختصار کے پیش نظر اصولوں کے ساتھ وضاحت کے لیے امثلہ ذکر نہیں کی جارہی ہیں ،اصول یہ ہیں:

۱۔ حدیث میں لفظی ومعنوی رکاکت (سطحیت) نہ ہو۔

۲۔ حدیث میں خوبصورت چہروں کی تعریف ،ان کی طرف دیکھنے اور ان سے حاجت طلب کرنے کا حکم یا آگ کا عذاب ان کو نہ ہونے کی خبر ہو۔

۳۔ حدیث میں مختلف پیشوں اور ان کے اختیار کرنے والوں کی برائی بیان کی گئی ہو۔

۴۔ حدیث میں خاندان یا قوم یا شہر کی برائی ہو۔

۵۔ حدیث میں ایسی بے ڈھنگی اور اوٹ پٹانگ باتیں پائی جاتی ہوں جو حضور اکرم ﷺ کی شان سے بعید ہوں۔

۶۔ حدیث میں لغویت ،تمسخر اور کم عقلی و بے وقوفی کی بات پائی جائے جس سے ذمہ دار لوگ پرہیز کرتے ہیں۔

۷۔ حدیث میں حضور اکرم ﷺ کی پیدائش کے واقعہ کی تشریح ایسے اسلوب سے ہو کہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نبوت پر حرف آئے اور معیار نبوت برقرار نہ رہے۔

۸۔ حدیث میں کلام، انبیاء علیہم السلام کے کلام کے مشابہ نہ ہو چہ جائیکہ رسول ﷺ کا کلام جس کو مختلف وجوہ سے فوقیت حاصل ہو۔

۹۔ حدیث میں ایسا کھلا بطلان ہو جو خود دلالت کرتا ہو کہ یہ اللہ کے رسول ﷺ کا کلام نہیں ہو سکتا۔

۱۰۔ حدیث محسوس، عام مشاہدہ اور عادت کے خلاف ہو۔

۱۱۔ حدیث عقل عام کے خلاف ہو یعنی فرد واحد یا کسی طبقہ کی عقل کے خلاف نہیں، بلکہ عام طور پر لوگ اس کو قبول کرنے کے لیے تیار نہ ہوں۔

۱۲۔ حدیث شہوت وفساد کی رغبت دلاتی ہو۔

۱۳۔ حدیث حکمت واخلاق کے عام اصول کے خلاف ہو۔

۱۴۔ حدیث قواعد طب (جن پر اتفاق کیا گیا ہو) کے خلاف ہو۔

۱۵۔ حدیث تاریخی حقائق کے خلاف ہو۔

۱۶۔ حدیث کے خلاف ایسے صحیح شواہد موجود ہوں جن سے اس کا باطل ہونا ظاہر ہوتا ہو۔

۱۷۔ حدیث اللہ تعالیٰ کی تنزیہ وکمال کے خلاف ہو۔

۱۸۔ حدیث صداقت قرآن کے خلاف ہو۔

۱۹۔ حدیث سنت صریحہ کو واضح طور پر توڑنے والی ہو۔

۲۰۔ حدیث ان تمام قواعد کے خلاف ہو جو قرآن وسنت سے مستنبط کیے گئے ہوں۔

۲۱۔ حدیث میں آئندہ واقعات کی ایسی پیشن گوئی ہو جو ماہ اور سال (سن) کے تعین کے ساتھ ہو۔

۲۲۔ حدیث میں چھوٹے کام پر بھاری ثواب کی بشارت ہو۔

۲۳۔ حدیث میں چھوٹی بات پر سخت وعید کا مبالغہ ہو۔

۲۴۔ حدیث روایت کرنے میں کسی مفاد، گروہی تعصب، اور دین ومسلک کے اختلاف کو دخل ہو۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان اصولوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ اہل علم نے حدیثوں کے جانچنے کے لئے کس قدر بلند میعار قائم کیا (۱۱۷)۔

مغربی فکر تحقیق

مسلمانوں کے اصول تحقیق اوپر بیان ہو چکے ہیں، قریب قریب یہی اصول اب مغرب کی کتابوں میں بھی بیان ہونے لگے ہیں Carter V. Good The Methodologoy of Educational Research کی مشہور کتاب میں جو اصول بیان کیے گئے ہیں، ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان نے ان کا خلاصہ یوں بیان کیا ہے:

''کسی واقعے کو پرکھنے کے لیے خارجی اور داخلی شہادتوں کی ضرورت ہوا کرتی ہے۔ مواد کہاں سے حاصل ہوا؟ راوی کون تھا؟ اس کے ذاتی حالات یعنی مزاج، مذاق، کردار وگفتار کی نوعیت کیا تھی؟ اس کا تعلق ان واقعات سے کیا تھا؟ واقعہ نگاری کی نوعیت کیا ہے؟ پھر اس خاص واقعے کے کتنے عرصے کے بعد راوی نے اسے نقل کیا؟ وہ روایت محض حافظے کی بنیاد پر بیان کی گئی ہے یا کسی اور راوی نے بھی اس کی تصدیق کی ہے؟ اصل واقعہ کتنا ہے اور تحریف یا اضافہ کسی حد تک ہے؟''۔

یہ اصول Carter V. Good نے فراہم کیے ہوں یا Dr. Hollis نے جمع کر لیے ہوں لیکن یہ حقیقت ہے کہ وہ سب کے سب اور قطعی طور پر مسلمانوں کے اصول حدیث سے ماخوذ ہیں اور ایسے ہیں کہ ان پر خود مغربی مستشرقین کما حقہ عمل نہیں کر سکتے۔ چنانچہ یہ اصول ''فکری تحقیق'' یا ''نظریاتی تحقیق'' کے ذیل میں تو آسکتے ہیں لیکن ''عملی تحقیق'' کے دائرہ عمل سے باہر ہیں اور یہ محض اس لیے ہے کہ ان کے یہاں بلکہ اب تو کسی کے یہاں بھی وہ احتیاط نہیں برتی جاتی جو مسلمانوں کے قرون اولیٰ میں تھی۔ موجودہ دور کا محقق صرف اس بات سے خوش ہو جاتا ہے کہ اس نے اپنے موضوع سے متعلق کوئی معاصر شہادت ڈھونڈ نکالی۔ اب اسے مزید تحقیق وتنقیح سے سروکار نہیں اور اس کے لیے اس کے پاس کوئی گنجائش بھی تو نہیں۔ وہ کہاں سے اور کس طرح معلوم کر سکتا ہے کہ معاصر راوی، ثقہ ہے یا غیر ثقہ؟ نکتہ رس ہے یا سطحی الذہن؟ حافظے میں پختہ ہے یا نسیان کا شکار؟ بے جا عقیدت رکھتا ہے یا بغض پرور ہے؟

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ملازمت یا خدمت گزاری کی وجہ سے خوشامدی اور ذہنی پستی میں گرفتار ہے یا حق گو اور بے خوف ہے؟ یہ اور اسی قسم کے دوسرے سوالات اگر اٹھائے بھی جائیں تو ان کا حل کہاں اور کیونکر مل سکے گا؟ بالآخر اس بات پر اکتفا کرنا پڑتا ہے کہ جس شخصیت پر کام کیا جائے، اس کے ماحول اور معاشرے کا جائزہ لے لیا جائے اور اس کی ''باقیات'' کا بغور مطالعہ کر لیا جائے (۱۱۸)۔

نتائج

اصول روایت ودرایت کا جائزہ لینے کے بعد جو نتائج سامنے آتے ہیں ان میں سے چند ایک یہ ہیں:

۱۔ حضور ﷺ کی احادیث مبارکہ کا تمام تر ذخیرہ (ابتداء سے لے کر تکمیل تدوین تک) تحقیق وتدقیق کے ساتھ نہایت ہی موثق ومتین انداز سے منتقل ہوا اور اس انتقال میں خوب احتیاط سے کام لیا جاتا رہا۔

۲۔ مسلمانوں نے اصول روایت ودرایت کو حفاظتی انتظامات کے طور پر ایجاد کیا تاکہ احادیث نبویہ کی صحت وحجیت میں شکوک وشبہات کی راہیں بند ہو جائیں۔

۳۔ تحقیق کے بغیر باتوں کو بیان نہیں کرنا چاہیے اور باتیں بیان کرنے والوں کے متعلق بھی تحقیق کر لینی چاہیے۔

۴۔ فقہاء نے احادیث کے تنقیدی مطالعہ سے استفادہ کر کے اپنے اپنے فقہی مذاہب کی بنیاد رکھی۔

۵۔ راوی کتنا ہی ثقہ کیوں نہ ہو، اگر اس کی روایت خلاف قیاس ہو، تو ثقاہت اس کو صحیح نہیں بنا سکتی۔

۶۔ اسلام کی ترقی کے ساتھ ساتھ روایت ودرایت کے اصولوں میں بھی ترقی ہوتی رہی حتی کہ اسناد، جرح وتعدیل، احوال رواۃ، ہر ایک کے لیے الگ الگ مستقل فن مرتب ہوئے۔

۷۔ حدیث کی جانچ پرکھ کے نتیجہ میں صحاح ستہ، جو کہ اسلام کا نہایت ہی قیمتی اثاثہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے،مرتب ہوئیں۔

۸۔ حدیث کی تحقیق وتنقید کے لیے ہر کس وناکس مجاز نہیں ہو سکتا۔اس عمل کے وہی لوگ حقدار ہیں جو مکمل اہلیت رکھتے ہوں ۔

۹۔ محدثین نے احادیث کی صحت وعدم صحت دریافت کرنے میں تحقیق کے دونوں یعنی روایتی ودرایتی اصولوں کا مساویانہ طور پر استعمال کیا ۔

۱۰۔ محققین نے صرف ثقہ راویوں کے حالات دنیا کے سامنے بیان نہیں کیے بلکہ ضعفاء،وضاعین اور کذابین کو بھی سامنے لائے۔

۱۱۔ روایت ودرایت کے اصولوں کو جن کتب میں بیان کیا جاتا ہے انھیں ''کتب اصول حدیث'' کہا جاتا ہے۔

۱۲۔ جہاں تک مستشرقین اور منکرین حدیث کا تعلق ہے تو ان کے شبہات واعتراضات کا جائزہ لینے کے بعد ظاہر ہوتا ہے کہ انہوں نے نقل حدیث کے عمل میں مسلمانوں کے وضع کردہ روایت ودرایت کے محیر العقول اصولوں کو ملحوظ خاطر نہیں رکھا ،جس کی وجہ سے نا انصافیوں اور بے اعتدائیوں کا شکار ہوئے ۔خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کی گمراہی کا سبب بھی بنے ۔اگر وہ انہیں ملحوظ خاطر رکھتے تو احادیث نبویہ کے متعلق شکوک وشبہات میں معاندانہ رویوں سے کام نہ لیتے ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ